تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

18

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
30 واں سال

5 تا 11 شوال المکرم 1442ھ/18 تا 24 مئی 2021ء

رمضان کے بعد

رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ، رمضان، آخر کار گزر گیا۔ مگر اپنے پیچھے یہ سوال چھوڑ گیا کہ ہمیں اس کی رحمتوں و برکتوں سے کتنا فیض حاصل ہوا؟ لوگ اس سوال کا جواب رمضان میں کی گئی اپنی عبادتوں، ریاضتوں، شب بیداریوں اور دعاؤں میں تلاش کرتے ہیں۔ مگر اس سوال کا حقیقی اور زندہ جواب رمضان کے بعد کے ایام میں سامنے آجاتا ہے۔

لوگوں کی غالب ترین اکثریت عید کے چاند کی اطلاع کے ساتھ ہی رمضان کو فراموش کر دیتی ہے۔ ان کے لیے عید کے ایام خوشی کے نہیں غفلت کے ایام بن جاتے ہیں۔ جن میں نمازوں کی پابندی ختم، قرآن مجید کی تلاوت سے فراغت اور یاد الٰہی، ذکر و دعا سے صبح و شام خالی ہو جاتے ہیں۔

نفلی عبادات میں رمضان کے بعد کمی اتنا بڑا سانحہ نہیں کہ فطری طور پر انسان رمضان میں ان کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہوتا ہے اور رمضان کے بعد ان میں کمی متوقع ہوتی ہے، مگر ان سے بالکل ہاتھ اٹھا لینا، گناہوں پر دلیر ہو جانا اور فرائض کا ترک کر دینا اس بات کی علامت ہے کہ رمضان میں نظر آنے والی نیکی ایک نوعیت کا موسمی بخار یا مذہبی فیشن کی ایک شکل تھی۔ یہ کسی حقیقی معرفت، احساس اور ایمان کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوئی تھی۔ حدیث کے الفاظ میں ایسے روزے ایمان و احتساب کے بغیر رکھے گئے اور ایسی شب بیداری ایمان و احتساب کے بغیر کی گئی۔ چنانچہ یہ روزے اور شب بیداری انسان میں حقیقی تبدیلی نہ لا سکے۔ یہ موسمی بخار تھا جو اتر گیا۔ مذہبی فیشن تھا جو وقت کے ساتھ رخصت ہو گیا۔ اگر ایمان ہوتا اور احتساب ہوتا تو کچھ نہ کچھ بہتری ضرور آتی۔ کچھ نئے اہداف طے ہوتے۔ کچھ کمزوریاں رخصت ہوتیں۔ زندگی میں بہتری ضرور آجاتی۔

سو اگر رمضان میں بھی ہم نے اپنا احتساب نہیں کیا تو رمضان کے بعد ہی سہی، ایمان کے تھرمامیٹر سے اپنا درجہ حرارت ضرور دیکھیے۔ یہ موسمی بخار تھا تو اتر گیا ہوگا۔ ورنہ ایمانی حرارت نے عمل میں ضرور بہتری پیدا کی ہوگی۔

ابو یحییٰ
کے کالم سے اقتباس

اس شمارے میں

جہالتِ جدیدہ بمقابلہ جہالتِ قدیمہ

رمضان کا حاصل

ردِ قادیانیت کے عقلی دلائل (ii)

رمضان کے بعد زندگی کیسے گزاریں؟

بے آواز جنگ کا نقارہ

ڈاکٹر محمد اقبال صافیؒ

اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت

الھدیٰ (936)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُوْرَةُ النُّوْر — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیت:54

قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَیۡہِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَیۡکُمۡ مَّا حُمِّلۡتُمۡ ؕ وَ اِنۡ تُطِیۡعُوۡہُ تَہۡتَدُوۡا ؕ وَ مَا عَلَی الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۵۴﴾

آیت: ۵۴ ﴿قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ ۚ﴾ ”(اے نبی ﷺ!) آپ کہیے کہ تم لوگ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی۔“

رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچانے کی حد تک ہے اور آپؐ سے اسی ذمہ داری کے سلسلے میں پوچھا جائے گا۔ اب جب آپ ﷺ نے تم لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچا کر اپنی یہ ذمہ داری ادا کر دی ہے تو اس کے بعد ان احکام کی تعمیل کرنا اور اللہ کے دین کے لیے تن من دھن قربان کرنا تم لوگوں کی ذمہ داری ہے اور تم لوگ اپنی اسی ذمہ داری کے بارے میں اللہ کے ہاں مسئول ہوں گے۔

ان الفاظ میں جماعتی زندگی کے نظم وضبط کے بارے میں ایک بہت ہی اہم اور بنیادی راہنما اصول فراہم کیا گیا ہے کہ ہر کوئی اپنی اس ذمہ داری کی فکر کرے جس کے بارے میں وہ مسئول ہے۔ جماعتی زندگی میں انفرادی سطح پر اکثر شکایات پیدا ہو جاتی ہیں، جماعتی زندگی کے معاملات میں کسی شخص کو بھی اپنے امیر سے شکایت ہو سکتی ہے کہ امیر نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ ایسی صورت میں اس آیت میں دیے گئے اصول کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ جس شخص کی جو ذمہ داری ہے اس کے بارے میں وہ اللہ کے ہاں جوابدہ ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی ذمہ داری میں کمی یا کوتاہی کرے گا یا کوئی کسی کے ساتھ زیادتی کرے گا تو اللہ کے ہاں ہر کسی کا ٹھیک ٹھیک حساب ہو جائے گا۔

اقامت دین کے کام کے لیے ایک جماعت یا تنظیم کی تشکیل ناگزیر ہے۔ قرآن نے ایسی جماعت کو ”حزب اللہ“ کا نام دیا ہے اور اس کی کامیابی کی ضمانت بھی دی ہے: ﴿فَاِنَّ حِزۡبَ اللّٰہِ ہُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ ﴿۵۶﴾﴾ (المائدۃ)۔ حدیث میں بھی اس بارے میں ((یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ)) کی خوشخبری دی گئی ہے کہ جماعت کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے۔ یعنی جماعت کو اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت حاصل ہے۔

جیسے اقامتِ دین کے لیے جماعت کا قیام ناگزیر ہے اسی طرح جماعت کے لیے نظم اور ڈسپلن بھی ضروری ہے اور ڈسپلن کے لیے قواعد وضوابط کی پابندی بھی لازمی ہے۔ ان امور کو سمجھنے کے لیے ہمیں قرآن سے بڑی عمدہ راہنمائی ملتی ہے۔ ایسے ہی مقامات سے آیات کا انتخاب کر کے منتخب نصاب (۲) مرتب کیا گیا ہے۔

﴿وَ اِنۡ تُطِیۡعُوۡہُ تَہۡتَدُوۡا ؕ وَ مَا عَلَی الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۵۴﴾﴾ ”اور اگر تم ان کی اطاعت پر کاربند رہو گے تو تبھی تم ہدایت یافتہ ہو گے۔ اور (ہمارے) رسولؐ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے سوائے صاف صاف پہنچا دینے کے۔“

فرمان نبویؐ

شوال کے چھ روزے

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهُ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابوایوب انصاری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے رمضان کے روزے رکھ کر اس کے پیچھے شوال کے چھ روزے رکھ لئے، تو گویا اس نے سال بھر کے روزے رکھ لئے!“

تشریح: اس کا حساب یوں سمجھئے کہ تیس روزے آپ نے رمضان کے رکھے اور چھ شوال میں رکھے، کل 36 روزے ہو گئے۔ ایک نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا ہے۔ اس حساب سے 36 کا دس گنا 360 ہو گیا، سال بھر میں 5 دن کے روزے حرام ہیں، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کی مہمانی کے دن ہیں۔ یعنی یکم شوال اور 10 تا 13 ذی الحجہ۔ یہ پانچ نکال دیں تو سال کے دن 360 ہوئے۔

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہالتِ جدیدہ بمقابلہ جہالتِ قدیمہ (قندِ مکرّر)

جہالت قدیم ہو یا جدید انسانی معاشرے کے لیے ہمیشہ تباہ کن ثابت ہوئی۔ جہالتِ قدیمہ کیا تھی؟ غلاموں کی منڈیاں لگتی تھیں اور انسان کی خرید و فروخت سرِ عام اور سرِ بازار ہوتی تھی۔ ہوّا کی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ حاکمِ وقت جس کی زبان قانون کا درجہ رکھتی تھی وہ اپنے کسی ناپسندیدہ شخص کو سزا دینے کا یہ طریقہ بھی اختیار کر لیتا تھا کہ اجتماعِ عام میں اُسے بھوکے شیر کے پنجرے میں ڈال دیا جاتا تھا۔ جب شیر بنی آدم کی چیر پھاڑ کرتا تو یہ مجمع قہقہے اور ٹھٹھے لگاتا۔ لیکن تب دنیا بہت بڑی تھی۔ پہیہ ابھی ایجاد نہیں ہوا تھا۔ مواصلاتی نظام انتہائی سست رو تھا۔ میڈیا نامی کوئی شے نہ تھی۔ بات سینہ بہ سینہ آگے پہنچتی لہٰذا اچھائیوں اور برائیوں کے اثرات محدود رہتے تھے۔ ایک قبیلہ سے دوسرے قبیلہ تک پہنچ بھی جاتے تب بھی علاقائی حدود نہ پھلانگ سکتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض برائیاں افراد اور نجی سطح پر ہونے کے باوجود اُسی معاشرے میں پوری طرح نفوذ نہ کر سکیں۔ مثلاً معاشی سطح پر سود تھا لیکن جب دو افراد قرض کا لین دین سود کی بنیاد پر کرتے تو وہی دو افراد یا زیادہ سے زیادہ وہی دو گھرانے متاثر ہوتے تھے۔ معاشرے اور سوسائٹی پر بحیثیت مجموعی اُس کے اثرات بہت کم اور جزوی پڑتے تھے۔ ظلم تھا، کفر تھا، شرک تھا، کذب بیانی تھی، لڑائی جھگڑے تھے، لیکن جو کچھ تھا ظاہر و باہر تھا منافقت نہ ہونے کے برابر تھی۔ لیکن آج کا دور جسے جدید دور کہا جاتا ہے، اس میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کو یہ کرّہ ارض کم پڑ رہا ہے اور وہ انسان کے لیے چاند اور مریخ میں جگہ تلاش کر رہی ہے۔ اور اپنے معاشرہ کو بزبانِ خود مہذب معاشرہ کہا جاتا ہے۔ بڑے پُرزور اور پُرجوش انداز میں یہ الفاظ ادا کیے جاتے ہیں Our Civilized Society سیاسی اور عمرانی سطح پر جمہوریت کو اور جمہوری طرزِ حکومت کو ترقی کے زینہ کا آخری Step قرار دیا جاتا ہے۔ گویا انسانی اجتماعیت نے اِس شعبہ میں چوٹی سر کر لی ہے اور منزل پالی ہے۔ لہٰذا فرمودہ مغرب یہ ہے کہ سیاسی اور عمرانی سطح پر یہ End of the history ہے۔ آیئے، ہم بھی اس جدید دور پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں۔ قرآنِ مجید کے اِس حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے جو اُمتِ مسلمہ کو مخاطب کرتے ہوئے دیا گیا ہے اور جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ کسی فرد یا قوم کی دشمنی تمہیں انصاف کی راہ سے نہ ہٹا دے اِس حکم کو ایک اصول تصور کرتے ہوئے ہم جدید دور کا جائزہ لیتے ہیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ کوئی معاشرہ دورِ قدیم کا ہو یا جدید کا کلیتاً اچھائی اور خیر سے محروم نہیں ہو سکتا، اِس لیے کہ اچھائی انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اِسے مسخ کیا جا سکتا ہے، کچلا جا سکتا ہے، ختم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ہر معاشرے میں کسی نہ کسی درجے میں، کسی نہ کسی انداز میں موجود رہے گی، ناپید نہیں ہوگی۔ لہٰذا ہم نے نہ ہی دورِ قدیمہ کی اچھائیوں کا ذکر کیا ہے نہ ہی دورِ جدیدہ کی اچھائیوں کا ذکر کریں گے، یہ جتنی ہیں کم ہیں۔ اچھا معاشرہ وہ ہے جس میں اچھائی غالب ہو اور برا معاشرہ وہ ہے، جس میں برائی غالب ہو۔ لہٰذا

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

5 تا 11 شوال المکرم 1442ھ — جلد 30
18 تا 24 مئی 2021ء — شمارہ 18

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......600 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

قدیم اور جدید معاشرے کا ذکر اور تقابل برائیوں کی نسبت و تناسب سے ہوگا۔ جدید دور میں انسان کھلی منڈی میں خریدا اور بیچا نہیں جاتا۔ مالیاتی اداروں کے چمکتے دمکتے دفاتر میں انسانی گروہ، جماعتیں اور اقوام بِک جاتی ہیں اور خرید لی جاتی ہیں۔ یعنی فرد براہِ راست خریدا نہیں جاتا، گروہوں، جماعتوں اور اقوام کے واسطے سے فروخت ہوتا ہے۔ پھر جماعتوں اور قوموں کے سربراہ اُسے re-sale کرتے ہیں۔ منافع دو جگہ تقسیم ہونے کی وجہ سے دورِ جدید کے انسان کو دورِ قدیم کے انسان کی نسبت اپنی قیمت کم وصول ہو رہی ہے۔ کیونکہ انسانوں کے لاٹ فروخت ہوتے ہیں۔ لہٰذا اُس کی مارکیٹ ویلیو کم ہوگئی ہے اور وہ پہلے کی نسبت سستے داموں فروخت ہونے پر مجبور ہے۔ سود آج کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ جاہلیت جدیدہ میں سود (معاذ اللہ) ناگزیر سمجھا جاتا ہے۔ بلا سود معیشت کا تصور بھی احمقانہ ہے (نقل کفر کفر نباشد) نظروں سے اوجھل ہی سہی لیکن حقیقت یہ ہے کہ پرانے زمانے کا سود جو انفرادی طور پر لیا جاتا تھا ایک فرد یا ایک گھرانے کو تباہ و برباد کرتا تھا، آج قرض صنعتکار، سرمایہ دار اور حکومتیں لیتی ہیں۔ سود در سود قوم کے ہر فرد کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ بنک میں سٹاک رہن سرمایہ دار رکھتا ہے۔ نتیجہ میں پیدا ہونے والی مہنگائی غریب کی گردن پر لاد دی جاتی ہے۔

سماجی سطح پر جائزہ لے لیں۔ پہلے عورتیں کنیزیں بنالی جاتی تھیں۔ اندرونِ خانہ عورتوں کی بے حرمتی کی جاتی تھی۔ آج آزادی نسواں کے نام پر اُنہیں بے لباس اور برہنہ کرکے شمع محفل بنا دیا گیا ہے۔ اُس کی عریاں تصاویر چوکوں میں آویزاں کی جاتی ہیں۔ قانونی اجازت کے ساتھ اُن کی البم ہوٹلوں کو فراہم کی جاتی ہے۔ مرد کے مساوی مقام اور شانہ بشانہ کام کرنے کا دلفریب جھانسہ دے کر اُسے معاشی حیوان بھی بنا دیا گیا ہے۔ فحاشی، بے حیائی اور عریانی کو یوں گھر گھر میں داخل کر دیا گیا ہے کہ غضِ بصر انتہائی مشکل ہوگیا ہے۔ بدترین استحصال اور ظلم آج کے دور میں سیاسی سطح پر ہو رہا ہے۔ جرمنی کے ہٹلر کو بدترین گالیوں سے نوازا گیا اُسے اور نازیوں کو نفرت کا سمبل تو بنا دیا گیا لیکن ہٹلر ہی کے نازی وزیر خارجہ گوئبلز کی سیاست کو آئیڈیل بنا لیا گیا ہے۔ گوئبلز کا ایمان اور عقیدہ تھا کہ جھوٹ اتنا زیادہ بولو، تسلسل سے اور زور دار انداز میں بولو کہ سچ اُس کے سامنے دب جائے۔ یقین کیجئے کہ جدید ترقی یافتہ نام نہاد مہذب مغربی معاشرہ نے اِس فیلڈ میں بعض معاملات میں اپنے مفادات کے حصول کے لیے گوئبلز کو بھی مات دے دی ہے۔ گوئبلز اکیلا تھا یا شاید اُس کے چند ساتھی ہوں، لیکن آج پورا مغربی میڈیا اپنی حکومتوں کے اشارے پر یہ فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔ اِس حوالہ سے ہزاروں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ نائن الیون کے بعد صرف دہشت گردی کا معاملہ لے لیں، یہودیوں اور عیسائیوں نے مسلمان حکمرانوں کی مدد سے کس طرح سیاہ نہیں گہرے سیاہ کو سفید ثابت کیا اور کیسے صاف اور اُجلے دامنوں کو کیمرہ ٹرک (Trick) سے دنیا کو داغدار اور گندہ دکھایا۔ دہشت گرد اور انتہا پسند کے الفاظ کا اتنا شور و غوغا کیا گیا کہ کانوں کے پردے جواب دے گئے۔

ہم چاہتے ہیں کہ جہالت قدیمہ اور جدیدہ کے عنوان کے تحت مغرب کی ان دو اصطلاحات سے بھی دو دو ہاتھ کر لیے جائیں۔ انتہا پسند (یعنی مغرب کا Extremist) ہمارا اپنا بیوروکریٹ اور ضرورت سے زیادہ پڑھا لکھا طبقہ یہ لفظ ناک اوپر کو چڑھا کر اور ہونٹ ٹیڑھے کرکے نفرت انگیز لہجے میں بولتا ہے، ہم اِس بارے میں اپنی مختصر سی رائے دیتے ہیں۔ ہماری نگاہ میں اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات نبی آخر الزماں ﷺ کی مبارک سنت اور صحابہ کرام ؓ کے افعال ہمارے لیے حجت کا درجہ رکھتے ہیں، جو اعتدال اور توازن کی معراج ہیں۔ اِس سے کم، اس سے زیادہ اِس کے علاوہ سب انتہا پسندی ہے۔ اگر اللہ کے احکامات کی پابندی اور سنت رسول ؐ کی پیروی (جس میں مختلف شکلوں میں جہاد بھی شامل ہے) انتہا پسندی ہے تو ہم دل کی گہرائیوں سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہر مسلمان کو انتہا پسند بنا۔ اے اللہ انتہا پسندی ہمارا مقدر بنا دے۔ رہ گئی بات دہشت گردی کی تو پہلے دہشت گردی کی تعریف تو متعین کر لیں۔ دہشت گرد کون ہوتا ہے؟ کسے کس عمل کے بعد دہشت گرد قرار دیا جائے گا۔ عملی طور پر امریکہ اور مغرب کا رویہ تو یہ ہے کہ وہ خود بمباری کرے توپوں کے گولے برسا کر بنی بستی انسانی آبادیوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دے۔ ڈیزی کٹر بموں سے انسانی جسموں کے پرزے اُڑا دے۔ انسانوں کو پنجروں میں بند کرکے اُن سے درندوں والا سلوک کرے۔ دوسری قوموں اور ملکوں پر بلا جواز اور ناجائز غاصبانہ قبضہ کرے۔ یہ سب کچھ امن کی خاطر ہے بلکہ یہی امن ہے اور اگر متاثرہ قوم یا افراد ردِعمل میں ہتھیار اُٹھائیں، ظلم کے خلاف ڈٹ جائیں اور جوابی حملے کریں اور اپنے ملک کو آزاد کرانے کی جدوجہد کریں تو یہ دہشت گردی ہے اور ایسا کرنے والے دہشت گرد ہیں۔ ہم کسی قیمت پر یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔

ہماری رائے میں یہ ریاستی دہشت گردی ہے اور انتہائی قابل نفرت اور قابل مذمت ہے۔ سیدھی سی بات ہے، بلاتفریق مذہب و نسل ہر انسان کی جان محترم ہے اور کسی کا بلا وجہ بلا جواز اور بلا مقصد خون نہیں بہایا جاسکتا۔ کوئی فرد، کوئی ادارہ یا کوئی حکومت محض ملک گیری کی ہوس میں کسی اعلیٰ وارفع مقصد کے بغیر جنگ و جدل کا بازار گرم کرتی ہے تو یہ دہشت گردی ہے۔ جس قوم اور ملک پر یہ دہشت گردی مسلط کی جائے گی تو اُس کے صاحبِ اقتدار اور مقتدر لوگوں کا قومی اور دینی فریضہ ہے کہ وہ جوابی کارروائی کریں اور وہ حکومت یہ فیصلہ کرنے کا حق بھی رکھتی ہے کہ وہ اپنی مدد کے لیے کہاں سے اور کن افراد سے مدد حاصل کرتی ہے۔ اور اگر اُس ملک کی حکومت اپنا یہ فریضہ ادا نہیں کرتی اور دشمن کے ایجنٹ کا رول ادا کرتی ہے تو پھر عوام کو فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ اپنے اِن دونوں دشمنوں کے تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لیے جہاد کس انداز سے کرے۔

بہرحال ہمارا اصل موضوع جہالتِ قدیمہ اور جہالتِ جدیدہ تھی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جہالت ہر دور اور ہر طرح کی قابل مذمت اور قابل نفرت ہے، لیکن جہالت جدیدہ انسان پر ظلم و ستم ڈھانے اور اُسے انفرادی اور اجتماعی طور پر تباہ و برباد کرنے میں جہالت قدیمہ سے بازی لے گئی ہے اور اِس کا انجام کسی خطے کی نہیں عالمی سطح پر تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ اپنے اور اپنے بندوں کے دشمنوں کو ہدایت دے اور اگر ہدایت اُن کی قسمت میں نہیں تو اس سے پہلے کہ وہ عالمی سطح پر تباہی پھیلائیں وہ خود تباہ و برباد ہو جائیں۔

رمضان کا حاصل

حافظ عاکف سعید

نیکیوں کا موسم بہار ماہ رمضان تو رخصت ہو چکا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا نظام ہے۔ اللہ تعالیٰ موقع دیتا ہے۔ ہر سال رمضان آتا ہے اور گزر جاتا ہے۔ خوش نصیب وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس ماہ مبارک کی برکات سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور بدنصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس رحمتوں والے مہینے کو بھی غفلت میں گزار دیا۔ واقعتاً افسوس ہوتا ہے کہ نیکیوں کی لوٹ سیل کا مہینہ جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح ہوتی ہے لیکن ہم اس کی طرف متوجہ ہونے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ اگر ہم اوسطاً اندازہ لگائیں تو مسلمانوں میں پنج وقتہ نماز پڑھنے والے صرف آٹھ دس فیصد ہوں گے۔ البتہ روزے کا اہتمام اس سے قدرے زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ رمضان میں مسجدوں میں حاضری پہلے کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن اگر ان کا بھی آپ حقیقت پسندانہ اندازہ لگائیں گے تو وہ زیادہ سے زیادہ بارہ پندرہ فیصد ہوں گے۔ ایسے لوگوں سے بھی ملاقات ہوئی ہے جو بانی تنظیم کے درس سن کر دین کی طرف متوجہ ہوئے، وہ بتاتے ہیں کہ ہم نے کبھی عید کی نماز بھی نہیں پڑھی تھی۔ ایک صاحب نے بتایا کہ میرے پاس گاڑی تھی اور میرا دوست جمعۃ الوداع کے لیے جا رہا تھا اور مجھے کہا کہ مجھے گاڑی میں مسجد تک لے جاؤ۔ میں اسے مسجد تک لے کر گیا اور اس نے جمعہ پڑھ لیا لیکن میں باہر گاڑی میں ہی بیٹھا رہا۔ اب ماشاءاللہ اللہ نے ان کو کافی اچھے مقام پر پہنچایا ہے۔ لیکن بہرحال ہمارے لوگوں کا دین کے ساتھ تعلق کتنا ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ رمضان سے بھی کتنے فیصد لوگ فائدہ اُٹھاتے ہیں؟ اصل میں بدنصیب ہیں جنہوں نے یہ رحمتوں کا مہینہ غفلت میں گزار دیا۔ ان بدنصیبوں میں دو طرح کے لوگ ہیں۔ ایک وہ ہیں جو سرے سے روزہ رکھتے ہی نہیں۔ ان کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔ ہماری ایلیٹ کلاس اکثر اس رُخ پر ہے الا ماشاءاللہ۔ دوسرے وہ ہیں جنہوں نے روزہ تو رکھا لیکن جیسا کہ احادیث میں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ بعض روزہ رکھنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ روزہ تو رکھ لیا ہے لیکن باقی اعمال میں کوئی بہتری نہیں لائی۔ یعنی روزے کی حالت میں جائز کاموں سے رک رہے ہیں کہ بھوک لگی ہے تو کھانا نہیں کھا رہے، پیاس لگی ہے تو پانی نہیں پی رہے، بیوی پاس موجود ہے تو اس سے قربت نہیں کر رہے ہیں لیکن ویڈیوز دیکھ رہے ہیں، غلط کام کر رہے ہیں، یہ تو کوئی روزہ نہیں ہوا کہ جائز چیزوں کو تو اپنے اوپر حرام کر لیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے لیکن ناجائز چیزوں کا کام جاری ہے۔ یہ روزہ نہیں ہے بلکہ یہ فاقہ ہے۔ اسی طرح یہ حدیث بھی ہے کہ حضور ﷺ نے منبر پر چڑھتے ہوئے ہر قدم پر آمین کہا۔ جب صحابہ کرام ؓ نے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ ؐ نے فرمایا کہ جب میں نے پہلے زینے پر قدم رکھا تو جبرائیل امینؑ نے کہا: تباہ و برباد ہو وہ محروم جو رمضان پائے اور اس میں بھی اس کی مغفرت کا فیصلہ نہ ہو، میں نے کہا آمین۔ پھر جب میں نے منبر کے دوسرے درجہ پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا: تباہ و برباد ہو وہ بے توفیق جس کے سامنے آپ ؐ کا ذکر آئے اور وہ آپ ؐ پر درود نہ بھیجے، میں نے اس پر بھی کہا: آمین۔ پھر جب میں نے منبر کے تیسرے درجے پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا: تباہ و برباد ہو وہ محروم آدمی جس کے ماں باپ یا اُن دو میں سے ایک اس کے سامنے بوڑھے ہو جائیں اور وہ (ان کی خدمت کر کے) جنت کا مستحق نہ ہو جائے اس پر بھی میں نے کہا: آمین

ماہ رمضان کی فضیلت اور برکت کا ایک پہلو تو ہم پر واضح ہے کہ اس میں ہر نیکی کا اجر ستر گنا زیادہ ہوتا ہے اور اسی میں ایک رات وہ بھی ہے کہ جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ لیکن ایک رمضان کا دوسرا پہلو بھی ہے جس کا تعلق رمضان کے بعد سے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو بھوکا پیاسا رکھ کر خوش نہیں ہوتا بلکہ روزے کی عبادت کا باقاعدہ ایک مقصد ہے اور وہ ہے تقویٰ کا حصول:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٨٣﴾﴾ ''اے ایمان والو! تم پر بھی روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسے کہ فرض کیا گیا تھا تم سے پہلوں پر تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے۔'' (البقرۃ:183)

تقویٰ اصل میں انسانوں کی ہی اہم ضرورت ہے جس کے لیے روزہ فرض کیا گیا۔ اب تقویٰ کیسے پیدا ہوگا؟ اس کے لیے روزہ ایک ٹریننگ ہے۔ ہم نے اللہ کو رب مانا، محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا رسول مانا، اس کا لازمی منطقی تقاضا یہ ہونا چاہیے کہ ہم ہر معاملے میں اللہ اور رسول ﷺ کی بتائی ہوئی ہدایت پر عمل کریں۔ وہ رب ہے، مالک ہے، خالق ہے۔ اس نے ہماری ہدایت کے لیے قرآن نازل کیا، محمد رسول اللہ ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا اور یہ بھی بتا دیا کہ یہ دنیا تمہاری عیش گاہ نہیں ہے بلکہ تمہیں دنیا میں اس لیے بھیجا گیا ہے تاکہ:

﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (سورۃ الملک: 2) ''جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرنے والا ہے۔''

یہاں ہمارا امتحان ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو آزما رہا ہے کسی کو زیادہ دے کر، کسی کو کم دے کر، کسی کو جھونپڑی سے اٹھا کر شاہی محل میں پہنچا دیا اور کوئی تخت سے تختہ تک پہنچ گیا۔ آزمائش یہ ہے کہ کون اس آزمائش میں اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کو توڑتا ہے اور کون صبر و شکر کے ساتھ اللہ کی بندگی اختیار کرتا ہے۔ اس کے لیے اللہ نے قرآن میں راہنمائی دے دی اور رسول اللہ ﷺ کو کامل نمونہ بنا کر بھیجا۔ اب تقویٰ یہ ہے کہ انسان اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کی پیروی میں زندگی گزارے۔ دوسرے الفاظ میں اللہ و رسول ﷺ کی نافرمانی سے بچنا، گناہوں، ناجائز اور حرام چیزوں سے بچنا تقویٰ ہے اور دنیا کی اس آزمائش میں کامیابی کے لیے تقویٰ بہت ضروری ہے۔

اگر تقویٰ نہیں ہوگا تو پھر ہماری آخرت بہت زیادہ خطرے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی گناہ گار کو بھی معاف کردے اس کو اختیار ہے لیکن اس نے جو اپنا ضابطہ قرآن میں بتایا ہے وہ یہ ہے کہ اُخروی کامیابی یعنی جنت اُن کو ملے گی جو متقین ہوں گے؟

﴿أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٣﴾﴾ (آل عمران) ''وہ تیار کی گئی ہے (اور سنواری گئی ہے) اہلِ تقویٰ کے لیے۔''

﴿إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿٣١﴾﴾ (النباء) ''یقیناً اہلِ تقویٰ کے لیے کامیابی ہوگی۔''

﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ ﴿١٧﴾﴾ (طور) ''یقیناً متقی لوگ باغات میں اور نعمتوں میں ہوں گے۔''

﴿وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٥﴾ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿٢٦﴾﴾ (طور)

''اور وہ (اہلِ جنت) ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے باہم سوال کریں گے۔ وہ کہیں گے کہ ہم پہلے اپنے اہل و عیال میں ڈرتے ہوئے رہتے تھے۔''

یعنی ہم ڈرتے رہتے تھے اس خیال سے کہ کہیں اللہ کا عذاب ہمیں نہ پکڑ لے اور اس وجہ سے ہم گناہوں سے بچتے تھے۔ تو اللہ کا فضل ہوا ہے کہ آج ہم یہاں پر جمع ہیں۔

اس وقت مسلمان تو دنیا میں اربوں کی تعداد میں ہیں لیکن تقویٰ کہاں ہے؟ قرآن مجید کے جس مقام پر روزے کے سارے احکام بیان ہوئے ہیں وہیں پر تقویٰ کا لٹمس ٹیسٹ بھی بیان ہوا ہے۔

''اور تم اپنے مال آپس میں باطل طریقوں سے ہڑپ نہ کرو اور اس کو ذریعہ نہ بناؤ حکام تک پہنچنے کا تاکہ تم لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ہڑپ کر سکو گناہ کے ساتھ اور تم اس کو جانتے بوجھتے کر رہے ہو۔'' (البقرۃ:188)

روزے کا مقصد تقویٰ کا حصول ہے اور تقویٰ کا معیار یہ ہے کہ آپ حرام سے بچیں۔ کئی لوگ جانتے بوجھتے حرام کما رہے ہوتے ہیں اور اس کو وہ گناہ بھی نہیں سمجھتے۔ جیسے ہمارے ہاں رشوت کا چلن عام ہے۔ جائز کام بھی رشوت کے بغیر نہیں ہوتے۔ پھر کتنے ہی لوگ رشوت دے کر عہدے اور ترقیاں حاصل کرتے ہیں اور اس طرح وہ دوسروں کا حق غصب کرتے ہیں۔ لیکن اس آیت میں ایک لٹمس ٹیسٹ دے دیا گیا کہ اگر اس معاملے میں انسان نے اپنی اصلاح نہیں کی تو گویا رمضان سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا کیونکہ تقویٰ حاصل نہیں ہوا۔ اس حوالے سے مولانا ابوالحسن علی ندوی نے بڑے خوبصورت انداز سے یہ بات بیان کی کہ روزے دو طرح کے ہیں۔ ایک روزہ تو وہ جو ماہ رمضان میں رکھا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں سب کو معلوم ہے کہ اس میں کیا کرنا ہے۔ لیکن ایک روزہ وہ ہے جو انسان کی زندگی کے آخری سانس تک چلتا ہے۔ جس طرح ہم رمضان کے روزے میں اپنے اوپر کچھ چیزوں کی بندش عائد کر لیتے ہیں اسی دوسرے روزے یعنی ساری زندگی کے روزے میں اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں حرام کر دی ہیں ان کی طرف جانا ہی نہیں ہے۔ یہ روزہ موت تک چلتا ہے۔ قرآن و حدیث میں جن چیزوں سے بچنے کا حکم ہے ان سے بچنا بھی روزہ ہے۔ رمضان کا روزہ دوسرے روزے کی ٹریننگ کے لیے ہے۔ ہم رمضان کے روزے میں بعض جائز چیزیں بھی اللہ کے حکم سے اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں لیکن دوسرے روزے کا خیال ہمیں نہیں رہتا جو اس پہلے روزے کا منطقی نتیجہ ہونا چاہیے۔ یعنی پوری زندگی کے روزے میں حرام کاموں کو چھوڑنے کے لیے اللہ کا حکم نہیں مانتے۔ جو چھینا جھپٹی ہمارے ہاں ہوتی ہے، ہر شخص چاہتا ہے اس کا داؤ لگ جائے۔ رشوت دے کر دوسروں کا حق مار رہے ہوتے ہیں، رشوت دے کر سرکاری ٹھیکے لے رہے ہوتے ہیں، سب کو پتا ہے۔ یہاں تو مقصد حیات ہی یہ ہے کہ جہاں سے ہاتھ لگے مال نکالو، میرٹ پر پورے اُترتے ہو نہیں اُترتے لیکن رشوت دے کر کوئی بھی عہدہ اور ملازمت حاصل کر لو۔ سرکاری محکموں کے اندر آج کشش ہی یہ سمجھی جاتی ہے کہ وہاں لوگوں سے ''مال'' نکالنے کا موقع ملتا ہے۔ اب رمضان کے روزے میں ہم اگر جائز چیزیں چھوڑ بھی دیں لیکن پوری زندگی کے روزے میں ہم حرام کو بھی نہ چھوڑیں تو رمضان کا مقصد کیسے پورا ہوگا؟

رمضان میں دن کے روزے کا مقصد یہ ہے کہ انسان پرہیزگاری اختیار کرے اور رمضان کے بعد بھی حرام کاموں سے بچے۔ اسی طرح رات کے قیام یعنی تراویح کی نماز کا بھی ایک مقصد ہے۔ تراویح کا مطلب ہے کہ زیادہ سے زیادہ وقت قرآن کے ساتھ گزارا جائے۔ اس کو پڑھا جائے، اس کو سمجھا جائے اور اس کی آیات میں غور و فکر کیا جائے، پھر اس سے باقی زندگی کے لیے راہنمائی حاصل کی جائے۔ پھر یہ کہ قرآن مجید کے ساتھ ہمارا یہ تعلق صرف رمضان تک محدود نہ ہو جائے بلکہ رمضان میں ہمارا قرآن کے ساتھ جو تجدید تعلق ہوا ہے اسے مزید آگے بڑھایا جائے۔ کیونکہ قرآن کتاب ہدایت ہے جو ہماری راہنمائی کے لیے اُتاری گئی ہے۔ زندگی کے ہر ہر گوشے کے لیے اس میں ہدایت موجود ہے۔ اگر ہم اس کی ہدایت پر چلیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی کی طرف لے جائے گا۔ جو اصل کامیابی ہے۔ لیکن ہم نے اسے ایک ریشمی جزدان کے اندر لپیٹ کر طاق کے اوپر سجا دیا۔ کھلتا کب ہے؟ اس حوالے سے اقبال فرماتے ہیں ؎

با آیاتش ترا کارے جز ایں نیست
کہ از یٰسینِ او آساں بمیری

اے مسلماں! یہ قرآن جو ایک زندہ کتاب ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے لیے اعلیٰ ترین تحفہ ہے لیکن تو نے اسے ایسی کتاب بنا دیا ہے کہ جو صرف مرتے ہوئے شخص کے لیے کھولی جاتی ہے تاکہ یٰسین پڑھ کر اسے سنا دی جائے تاکہ جان آسانی سے نکل جائے۔

آج ہم ایک قدم اور آگے نکل گئے ہیں۔ شاید اقبال کے زمانے میں قرآن کا یہ نیا مصرف ایجاد نہیں ہوا تھا ورنہ وہ اس کا بھی ذکر کرتے۔ وہ نیا مصرف بھی ہم نے مُردوں کے لیے ہی ایجاد کیا ہے زندوں کے لیے نہیں۔ وہ یہ ہے کہ جب کوئی بندہ مر جائے تو اس کے تیسرے دن قرآن خوانی کر دی جائے۔ گویا ہم نے سمجھ رکھا ہے کہ یہ کتاب صرف مُردوں کے لیے ہے زندوں کے لیے نہیں۔ حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قرآن کے ساتھ طرزِ عمل یہ تھا کہ ان کا معمول تھا کہ وہ ایک ہفتے میں قرآن کی تلاوت مکمل کرتے تھے۔ یہ قرآن کے سات حصے (حزب) اسی وجہ سے ہیں اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم تہجد کی نماز میں پڑھتے تھے۔

رمضان میں قرآن سے تعلق قائم کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ قرآن کی تلاوت اور اس کو سمجھ کر پڑھنا یہ صرف رمضان کے لیے ہی نہ ہو بلکہ اس کو آگے بڑھایا جائے۔ شروع میں مشکل ہوتی ہے۔ والد محترم ؒ فرماتے تھے کہ کچھ لوگ ہوتے ہیں کہ ساری زندگی گزر جاتی ہے جب بڑھاپے کی عمر میں پہنچتے ہیں تو پھر وہ قرآن پڑھنا چاہتے ہیں۔ اس عمر میں وہ سیکھ نہیں سکتے، تلفظ صحیح نہیں ہو سکتا۔ پڑھنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ پڑھا ہی نہیں جاتا۔ لیکن والد محترم ان کی حوصلہ افزائی کے لیے فرمایا کرتے تھے کہ آنحضور ﷺ پر بھی جب قرآن نازل ہوا تھا تو اس وقت آپ ﷺ کی عمر چالیس سال تھی۔ اگر آپ کی بھی عمر زیادہ ہے تو کوئی بات نہیں، سیکھنے کی کوشش

کریں۔ پھر ایک حدیث بھی ہے جس سے بڑی حوصلہ افزائی ملتی ہے کہ

’’وہ شخص جو قرآن پڑھنے کا ماہر ہو وہ ان فرشتوں کے ساتھ ہوگا جو معزز ہیں اور بزرگی والے ہیں اور جو شخص قرآن اٹک اٹک کر پڑھ رہا ہے اور اسے پڑھنے میں دشواری پیش آتی ہے تو ایسے شخص کے لیے دہرا اجر ہے۔‘‘ (مسلم)

یہاں تشویق دی جارہی ہے کہ جن لوگوں نے قرآن صحیح نہیں پڑھا ہوا وہ پڑھنے کی کوشش کریں اور جن کا معمول نہیں ہے روزانہ تلاوت کا، وہ معمول بنائیں۔ سب سے بہتر مثال تو ہمارے لیے وہ ہے کہ ایک ہفتے میں قرآن کی تلاوت مکمل کی جائے لیکن اگر آپ آغاز کریں اور یہ ٹارگٹ بنالیں کہ ایک پارہ روزانہ میں نے پڑھنا ہے تو ان شاء اللہ اس سے بھی بہت فیض ظاہر ہوگا اور اس طرح رمضان کی جو عادت ہے وہ بھی آگے برقرار رہے گی۔ مزید اس میں آسانی آپ یہ پیدا کر سکتے ہیں کہ شروع میں دو رکوع پڑھ لیے، پھر اس کے بعد تھوڑا بڑھایا لیکن بالآخر کوشش کریں روزانہ ایک پارہ تلاوت کا معمول بن جائے اور تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کو سمجھنے کی بھی کوشش کیجیے۔ کیونکہ ہمارے اندر اس وقت جو دین سے دوری ہے اس کا علاج بھی یہ قرآن ہے۔ کیونکہ یہ ایمان کی کمزوری ہے اور ایمان کہاں سے اور کیسے آئے گا اس حوالے سے مولانا ظفر علی خان کا بڑا پیارا شعر ہے کہ ؎

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکانِ فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی عاقل کو یہ قرآں کے سیپاروں میں

یعنی قرآن کی آیات پر غور وفکر کریں گے، اس کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کریں گے تو پھر ایمان جنریٹ ہوگا۔ کیونکہ ایمان کا منبع و سرچشمہ یہ قرآن ہے۔ یا تو نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھیں تو آپ محسوس کریں گے کہ ایمانی حرارت کچھ بڑھی ہے، وہ بھی ایک ذریعہ ہے لیکن مستقل ذریعہ جو ہر وقت ہمارے پاس دستیاب ہے اور جو سب سے موثر ذریعہ ہے وہ قرآن ہے۔ تو اس قرآن کی تلاوت کو معمول بنائیں اور اگر قرآن پڑھنے میں دقت ہے اور آپ کی عمر زیادہ بھی ہوگئی ہو تو کسی استاد سے مدد لینے میں آپ تردد محسوس نہ کریں تو ان شاء اللہ ماہ رمضان کی برکات کا ایک تسلسل سارے سال جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دینی تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(22، 23 اپریل 2021ء)

جمعرات (22 اپریل 2021ء) کو مرکزی اُسرہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (23 اپریل 2021ء) کو جامع مسجد شادمان کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔

سوشل میڈیا اور سیٹلائٹ چینلز پر دروس، مختصر کلپس اور Qtv پر دورہ ترجمہ قرآن کا سلسلہ جاری ہے۔ دورہ ترجمہ قرآن کے حوالے سے سورۃ بنی اسرائیل کا آغاز ہوگیا ہے۔ باقی پروگرام معمول کے مطابق چل رہے ہیں۔

نائب امیر سے تنظیمی امور کے حوالے سے آن لائن رابطہ رہا۔

داعی رجوع الی القرآن، بانی تنظیم اسلامی

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کے شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل

بیانُ القرآن

ترجمہ و مختصر تفسیر

رمضان المبارک میں طبع جدید پیش خدمت ہے

سات حصوں کے بجائے اب چار جلدوں میں

- خوبصورت قرآنی رسم الخط
- حتی الامکان اغلاط سے مبرّا
- عمدہ سفید کاغذ
- معیاری طباعت
- دیدہ زیب ٹائٹل
- مضبوط ریگزین جلد
- متعدد ظاہری و معنوی خوبیوں کا مرقع
- بڑے سائز کے 2560 صفحات

قیمت (مکمل سیٹ) -/4800 روپے

اندرون ملک ڈاک خرچ 500 روپے

مکتبہ خُدّام القرآن لاہور

K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)

19

حضورِ حق ـ 7 ـ (I)

مسلماں فاقہ مست و ژندہ پوش است
ز کارش جبرئیل اندر خروش است
بیا نقشِ دگر ملت بہ ریزیم
کہ ایں ملت جہاں را بارِ دوش است

ترجمہ و تشریح (جنوبی ایشیا میں منحوس برطانوی غلامی کے باعث)

آج کا مسلمان فاقہ زدہ ہے اور اس پر مطمئن ہے گدڑی پوش ہے مگر انگریز کے خلاف (نفرت اور رہائی کے) جذبات سے عاری ہے۔ (آج کے ان مسلمانوں کے) عمل سے جبرائیل امین بھی بے سکونی کی کیفیت میں ہے دکھی اور بے چین ہے۔ اے اُمت مسلمہ کے باہمت باصلاحیت نوجوانو! اٹھو! آؤ کہ ایک نئی مسلمان اُمت کی داغ بیل ڈالیں (کوئی جماعت بنائیں جو آزادی کی جدوجہد کر کے یہاں کے لوگوں کو دوبارہ مسلمان بنادے اور خلافت راشدہ کا نظام خلافت دے دے۔ کیونکہ یہ غلام ابن غلام اُمت کے افراد اب انگریز کی چاپلوسی، خدمت گزاری اور جذبہ آزادی سے اتنے لاتعلق ہو چکے ہیں یہ لوگ (موجودہ امت مسلمہ) اب دنیا کے کاندھوں کا بوجھ ہے جو جلد ہی غلامی میں تباہ ہو کر قصہ ماضی بن جائے گی۔ علامہ اقبال ہی بانگ درا میں جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو فرماتے ہیں کہ اٹھو آزادی کے لیے کھڑے ہو جاؤ ورنہ صہیونی غلامی کے منحوس اثرات سے تمہارا نظریاتی وجود ختم ہو جائے گا بقول علامہ اقبال:

ے نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو!
تمھاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

اس وقت مسلمان اہل علم ونظر اور مسلم جوانوں کو ہمت کر کے آگے بڑھنا چاہیے اور اُمت مسلمہ کے مستقبل کی فکر کرنی چاہیے۔ جمہوری دور آرہا ہے اگر ہندوستان متحدہ شکل میں آزاد ہوتا ہے تو مسلم آبادی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اقلیت میں بدل جائے گی اور ہندو اکثریت اسے سپین کی طرح کھا جائے گی۔ دنیا میں بدلتے نظریات کے ساتھ مسلم اُمت کو بھی جنوبی ہند میں بدلنا ہوگا۔ موجودہ مسلمان نام کی قوم کی اکثریت کھانے پینے سونے اور انگریز کی چاکری کرنے میں مطمئن ہے اور بحیثیت ایک نظریاتی جماعت دنیا کے نقشے میں MIS-FIT ہے اور دنیا کے کندھوں پر بوجھ ہے جو دیگر بیدار قومیں اس کو جلد ہی فنا کے گھاٹ اُتار دیں گے (آج بھارت کے مسلمانوں کو ہندو اکثریت کے اسی خوف کا سامنا ہے۔ نہ معلوم ایک صدی پہلے کی ہندو قوم کے زعماء نے مسلمان اُمت کے اکابرین کو کیا کیا سبز باغ دکھائے ہوں گے اور وعدے کیے ہوں گے مگر چند عشروں بعد سب کچھ ہوا میں تحلیل ہو چکا ہے اور نقش بر آب ثابت ہوا ہے)۔

حضورِ حق ـ 7 ـ (II)

دگر ملت کہ کارے پیش گیرد
دگر ملت کہ نوش از نیش گیرد
نگردد با یکے عالم رضا مند
دو عالم را بہ دوشِ خویش گیرد

ترجمہ (آؤ، مسلمانوں کو جگا کر ایک) نئی زندہ مسلمان قوم کی بنیاد رکھ دیں کہ وہ اُمت مسلمہ کی بہتری کا کام سامنے رکھے (اور عدلِ اجتماعی و نظامِ خلافت کے قیام کو اپنا مطمع نظر بنائے) ایک ایسی اجتماعیت کہ وہ مشکل حالات (نیش) سے سامانِ زیست (نوش) حاصل کرنے کا جذبہ رکھتی ہو۔ ایسی اُمت جو دنیا کے لوگوں کے ساتھ ہم نوا اور ہم آہنگ ہو کر نہ چلے بلکہ دو عالم کو اپنے گرد گھومنے پر مجبور کر دے اور دو عالم کو اپنے مشن کے ساتھ (جو حضرت محمد ﷺ کی رحمۃ للعالمین کا عالمی مشن ہے، کا جھنڈا اٹھا کر) چلنے پر آمادہ ہو جائے۔

تشریح اُمت مسلمہ کے بزرگ رہنمائی کریں، نوجوانانِ قوم کو جذبہ دیں کہ وہ اس مشن کو لے کر آگے بڑھیں۔ آؤ، اُمت مسلمہ میں، جو غلام ابن غلام افراد کا مجموعہ ہے، ایک نیا جذبہ، جذبہ آزادی پیدا کر دیں اور اس مشن کے لیے ہر قسم کی مشکلات برداشت کرنے کے لیے ذہنا تیار ہوں۔ منحوس برطانوی استعمار سے آزادی کا خواب مشکلات و مصائب کا راستہ ہے جبکہ اس استعمار کا ساتھ دینا پھولوں کی سیج ہے جس پر آج اُمت مسلمہ کا ایک طبقہ براجمان ہے، جو غداری کا اور اپنے آقا حضرت محمد ﷺ سے بے وفائی کا راستہ ہے۔ نوجوانانِ ملت ایسی منظم جمعیت بن جائیں جو مشکلات سے لڑنا جانتے ہوں، جو ناممکن کو ممکن بنانے کا عزم لیے ہوئے ہوں، جو مخالف حالات سے لڑ کر حالات کو موافق بنانے (نیش سے نوش کشیدہ کرنے) کا فن جانتے ہوں۔ ایسے مردانِ کار جو اسلام کے صدرِ اول جیسی مثالیں پیش کر سکیں، ایسے رہنما جو اپنے پیٹ پر دو پتھر باندھ کر نوجوانوں سے ایک پتھر باندھنے کا مطالبہ کریں، ایسی مسلمان جمعیت جو اس غلامی کی سہولیات کے جہاں سے خوش نہ ہو، اس سے قطع نظر کر کے صرف اپنے مشن پر نظر رکھے اور دو عالم کے مسائل و مشکلات و محرومیوں کو اپنا محسوس کر کے ایک ایسا نظام، ایسی جماعت، ایسی قوم تشکیل دیں جو حضرت محمد ﷺ کے سچے عاشق ہوں، جو آپ ﷺ کے مشن کو سمجھتے ہوں، جو تمام جہانوں کے لیے رحمت کا سایہ بن کر اُبھریں اور کامیاب ہو کر آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا ایسا سماجی، معاشی و سیاسی نظام لائیں جس میں بلاتفریق سب انسان حیوانیت سے بلند ہو کر انسانیت کی سطح پر زندگی گزار سکیں۔ علامہ اقبال دوسری جگہ فرماتے ہیں: ے

گفتند کہ جہانِ ما آیا بتو می سازد؟ گفتم کہ نمی سازد! گفتند کہ برہم زن!
با نشۂ درویشی درساز و دمادم زن چوں پختہ شوی خود را بر سلطنت جم زن

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے نام سے ہی جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ کسی نبی کے نام کے ساتھ کسی زبان میں غلام کا لفظ نہیں ہے کیونکہ نبی صرف اللہ کا غلام ہوتا ہے: ایوب بیگ مرزا

قرآن کا محفوظ ہونا اور شریعت کا کامل ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں ہے: علامہ ابتسام الٰہی ظہیر

انگریزوں نے مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا جو جال بچھایا تھا اس کا نتیجہ آخر میں قادیانیت کی صورت میں سامنے آیا: اوریا مقبول جان

یہ مغرب کا دہرا معیار ہے کہ وہ مورمنز کو عیسائی نہیں مانتے لیکن ہمیں قادیانیوں کو اپنا حصہ ماننے پر مجبور کیا جاتا ہے: علامہ زاہد الراشدی

ردِقادیانیت کے عقلی دلائل (حصہ دوم) کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محمد رفیق چودھری

ایوب بیگ مرزا: قادیانیت کا رد ہر مسلمان کا دینی فریضہ اور محبت رسول ﷺ کا تقاضا ہے۔ اس حوالے سے پہلے میں عرض کروں کہ:

1۔ آپ مرزا قادیانی کے نام پر غور کیجئے کیا کسی اور نبی کے نام کے ساتھ لفظ غلام آیا یا اس کا ہم معنی لفظ کسی اور زبان میں آیا؟ حضرت آدم علیہ السلام سے کر آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ تک کسی نبی کے نام کے ساتھ نہیں آیا اور نہ ہی آ سکتا ہے کیونکہ نبی تو صرف اللہ کا غلام ہوتا ہے اور کسی کا غلام نہیں ہوتا۔ لہٰذا نام سے ہی دعویدار جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔

2۔ چونکہ مرزا قادیانی نے خود کہا کہ میں انگریز کا لگایا ہوا پودا ہوں تو اب ہمیں یہ بات سمجھنے کی کوشش کرنی ہے کہ انگریز کو قادیانیت کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ انگریزوں نے ہندوستان مسلمانوں سے چھینا تھا اور مسلمانوں کے اندر جذبہ جہاد ایک ایسی چیز تھی جس سے انگریز خائف تھے۔ اسی جذبہ کی بناء پر انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی لڑی گئی۔ انگریز اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمان اور ان کا جذبہ جہاد ہماری حکومت کے استحکام اور پائیداری کے آڑے آ رہا ہے اور مزید آئے گا۔ لہٰذا انہوں نے طے کیا کہ کوئی ایسا شخص ڈھونڈا جائے جو مسلمانوں میں جہاد کے جذبے کو سرد کرے۔ میں نہیں جانتا کہ عیار مرزا قادیانی نے پہلے فیصلہ کیا یا انگریز حکومت نے اس کو ڈھونڈا اور اس کے بعد اس نے لکھا لیکن اس نے اپنی کتاب The British Government and Jahad. کا آغاز ہی اس شعر سے کیا

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لیے حرام ہے اب جنگ و قتال

یعنی وہ مسلمانوں کو کہہ رہا ہے کہ اب جہاد ختم کر دو، اب جہاد کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے آنے پر تلوار ٹوٹ جائے گی۔ جہاد ختم ہو جائے گا۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اس کو اپنے منطقی انجام تک پہنچا دیں گے اور میں بطور عیسیٰ آ چکا ہوں۔ کیونکہ وہ کبھی اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ کہتا تھا کبھی کچھ کہتا تھا، اس شخص کی کوئی ایک زبان تھی نہیں۔ لہٰذا اس نے جہاد کی مخالفت کی اور مسلمانوں میں یہ فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی کہ اب جہاد کی ضرورت نہیں ہے اور یہی انگریزوں کا مقصد تھا جس کے لیے انہوں نے فتنہ قادیانیت کو جنم دیا۔

3۔ قادیانیوں کو جب کافر قرار دیا گیا تو ایسا ہرگز نہیں ہوا کہ کسی ایک لیڈر نے یا کسی ایک جماعت نے ان کو کافر قرار دے دیا ہو بلکہ باقاعدہ اسمبلی میں بحث ہوئی جس میں قادیانی جماعت کے سربراہ کو اپنا موقف پیش کرنے کا بھرپور موقع دیا گیا۔ اس سے سوال کیا گیا کہ دنیا بھر میں ڈیڑھ ارب مسلمان ہیں اگر وہ مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے تو آپ کی نظر میں وہ کیا ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ وہ سب کافر ہیں۔ اس پر بات کھل کر سامنے آ گئی کہ یہ فتنہ قادیانیت ایک ایسا فتنہ ہے جو نبی اکرم ﷺ کے ماننے والوں کو کافر کہتا ہے۔

4۔ ظفر اللہ قادیانی پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ تھا۔ قائداعظم کی وفات پر وہ جنازے میں شریک نہیں ہوا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تم جنازے میں شریک کیوں نہیں ہوئے تو اس نے جواب دیا کہ یا تو میں کافر حکومت کا مسلمان وزیر خارجہ ہوں یا مسلمان حکومت کا کافر وزیر خارجہ ہوں۔ یعنی بات کھل کر سامنے آ گئی کہ یا تو باقی لوگ مسلمان ہیں اور قادیانی کافر ہیں اور یا قادیانی مسلمان ہیں اور باقی تمام عالم اسلام کافر ہے۔ قادیانی دنیا کے سامنے اپنی تعداد کروڑوں میں بتاتے ہیں حالانکہ یہ چند لاکھ ہیں۔

5۔ قرآن پاک اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاءکرام علیہم السلام کی زبان بڑی پاک صاف، انتہائی مہذب اور شائستہ تھی۔ اگر کسی کی مخالفت بھی کرنی ہے تو انتہائی مہذب انداز میں چاہے سامنے ابوجہل ہو یا فرعون ہو، کبھی انبیاءکرام علیہم السلام نے اخلاق کا دامن نہیں چھوڑا۔ لیکن اس شخص نے جو نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے جو زبان مسلمانوں کے بارے میں استعمال کی ہے اس کو یہاں بیان تک نہیں کیا جا سکتا۔ اتنی غلیظ زبان استعمال کی ہے۔

لہٰذا نہ صرف شرعی بنیادوں پر بلکہ عقلی بنیادوں پر بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی جھوٹا، مکار اور انگریز کا پیدا کردہ فتنہ تھا اور اس کے پیروکار ایک جھوٹ اور فریب کا تعاقب کر رہے ہیں اور نہ صرف دنیا کو دھوکہ دے رہے ہیں بلکہ اپنے آپ کو بھی دھوکہ دے رہے ہیں۔

علامہ ابتسام الٰہی ظہیر: قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''(دیکھو!) محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، بلکہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور سب نبیوں پر مہر ہیں۔'' (الاحزاب: 40)

نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے آخری رسول اور نبی بنا کے بھیجا۔ شریعت اسلامیہ میں اس بات کے متعدد دلائل موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اور خود رسول اللہ ﷺ نے اس بات کا اعلان فرما دیا کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ لیکن اس کے برعکس بعض گروہ جن میں قادیانیت، بہائیت، بابیت اور دیگر نیشن آف اسلام جیسے گروہ شامل ہیں وہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے باوجود بھی اس بات پہ مصر ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد ایک نئے نبی کے آنے کے امکانات بدستور موجود ہیں۔ لیکن جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں تو ان کی یہ

بات بالکل بھی عقل سے مطابقت نہیں رکھتی۔ مثلاً

1۔ عقلی طور پر دیکھیں تو اگر آپ ﷺ ایک بستی یا ایک قوم کے نبی و رسول ہوتے تو یہ بات سمجھ میں آتی کہ آپ ﷺ کے بعد کسی دوسری بستی میں یا کسی دوسری قوم میں نئے نبی کے آنے کے امکانات تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو جمیع انسانیت کے لیے رسول بنا کر بھیجا لہٰذا آپ ﷺ کے بعد کسی بھی علاقے کے اندر کسی نئے نبی کے آنے کے کوئی امکانات باقی نہیں رہے۔

2۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایک ایسی کامل شریعت عطا فرمائی جس میں اعتقادات، معاملات اور عبادات کے حوالے سے کوئی تشنگی باقی نہیں رہی تو ہم کس طرح یہ سوچ سکتے ہیں کہ کوئی دوسرا نبی آ کر اس تشنگی کو دور کرے گا۔

3۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امت میں ایسے مجتہدین کو پیدا کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کتاب وسنت کی روشنی میں، اجماع اور قیاس کی روشنی میں ان تمام معاملات کو حل کرنے کی پوزیشن میں ہیں جو ہر نئے دور میں پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے لیے بھی ابتدائی راہنمائی اور اصول و قاعدہ قرآن وسنت سے لیا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر کتاب وسنت کی عطا کردہ بصیرت کو لے کر اہل علم لوگوں کے مسائل کو اجتہادی طور پر حل کر سکتے ہیں تو ہم اس بات کی کیوں ضرورت محسوس کریں کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد کوئی نیا نبی ہو سکتا ہے۔ جب ہم قرائن کے اوپر غور کرتے ہیں جب ہم شریعت کے مکمل ہونے کو دیکھتے ہیں، جب ہم اجتہادی اعتبار سے علماء کرام کے بلند مقام کو دیکھتے ہیں تو ہم یہ بات سمجھ جاتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی آمد کے بعد یقیناً کسی نئے نبی کے آنے کے کوئی بھی امکانات باقی نہیں رہے۔ وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی بات کرتے ہیں وہ خود بھی کسی نہ کسی فقہ کے ساتھ اپنی وابستگی کا اظہار کرتے ہیں اور اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ فلاں فلاں معاملات کے اندر فلاں فلاں امام کی بات کو مانیں گے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ وہ اپنی راہنمائی کے لیے لوگوں کو فقہی معاملات میں راہنمائی کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے فقہاء نے جس طرح فقہی مسائل کو حل کیا، جس انداز میں اجتہادی معاملات کو طے کیا اور امت کی راہنمائی اور جس طرح ایک دوسرے کی اجتہادی آراء کو قبول کیا، اس کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کی اور کوئی ضرورت باقی نہ رہی۔

4۔ سابقہ شریعتیں کسی خاص قوم کے لیے یا کسی خاص دور کے لیے تھیں۔ لیکن حضرت رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی دائمی شریعت عطا فرمائی ہے جو ہر دور کے اندر بالکل تروتازہ ہے اور اس کی تروتازگی کو دیکھ کر ہم اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کے کوئی بھی امکانات باقی نہیں رہے۔

5۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو نبی ہوتا ہے اس میں حکمت، دانائی، بصیرت، مردانگی پائی جاتی ہے، وہ شاعری سے دور ہوتا ہے، وہ لہو ولعب سے دور ہوتا ہے لیکن جب ہم مرزا قادیانی کی شخصیت پر غور کرتے ہیں تو اس کے ہاں شاعری، لغویات، فضولیات، بدکلامی، گالی گلوچ اور لہو ولعب والی باتیں بھی نظر آتی ہیں۔ یقیناً ہم اس کے کردار اور سیرت کو دیکھ کر بہت آسانی سے پہچان جاتے ہیں کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والا یہ شخص ہر اعتبار سے جھوٹا، کذاب، زندیق ہے اور اس کی پیروی میں ہماری کوئی فلاح ہو سکتی ہے اور نہ کوئی امکانات ہیں۔ ویسے بھی نبی کریم ﷺ کو شریعت بیضا دی تھی جو راتوں کو اس انداز میں منور کرنے والی تھی جس انداز میں دن منور ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ نے دین کے اندر تمام معاملات میں ہر قسم کی پیچیدگی کو دور فرما دیا اور آگے دین کو پہنچا دیا۔ اس کا آج ہم یہ بھی نتیجہ دیکھ سکتے ہیں کہ جہاں پر کتاب وسنت ہمارے پاس محفوظ حالت کے اندر موجود ہے وہیں پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے زبان عربی کو وہ تازگی عطا فرما دی کہ قیامت کی دیواروں تک یہ زبان عربی تروتازہ ہو چکی ہے۔ اسی طرح ہمارے لٹریچر کا محفوظ اور مامون ہونا، قرآن مجید کا تغیر وتبدل سے پاک ہونا اور احادیث طیبہ کا ہمارے پاس بالکل محفوظ حالت میں موجود ہونا، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان تمام چیزوں کو اللہ نے اس لیے محفوظ رکھا کہ ان کے اندر بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے تاقیامت ہدایت و راہنمائی موجود ہے ورنہ ان کے اندر کوئی نہ کوئی تغیر وتبدل رونما ہو جاتا۔ یہی چیز ہوشمند بندے کی عقل کو ہلانے کے لیے اور اس کی آنکھوں کو کھولنے کے لیے کافی ہے۔ جیسے قرآن مجید میں کہا گیا: ''یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات اور دن کے الٹ پھیر میں' ہوش مند لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔'' (آل عمران: 190)

بے شک زمین وآسمان کی تحریک میں اور رات اور دن کے آنے جانے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید کے کامل ہونے میں اور حدیث پاک کے کامل ہونے میں، شریعت مطہرہ کے کامل ہونے میں اور زبان عربی کے تسلسل اور دوام کے اندر نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو اس بات کو پہچاننا چاہتے ہیں کہ کون سی شریعت حتمی ودائمی شریعت ہے، آفاقی اور عالمگیر شریعت ہے۔ لہٰذا عقل والوں کے لیے یہ سمجھنا کوئی مشکل نہیں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی شریعت کے بعد اب کسی نبی کے آنے کے امکانات موجود نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ختم نبوت پر پختہ یقین رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اوریا مقبول جان: برصغیر پاک وہند میں مرزا قادیانی کا فتنہ کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ یہ ایک تسلسل ہے گزشتہ دو تین سو سال سے اُمت مسلمہ کے خلاف ایسی سازشوں کا ایک جال بچھایا جا رہا تھا جس کا نتیجہ آخر میں قادنیت کی صورت میں سامنے آیا۔ صلیبی جنگوں کے بعد یورپ ٹھنڈا ہو کر بیٹھ گیا تھا لیکن پھر کالونیل دور میں یورپی طاقتیں اُٹھیں اور انہوں نے علاقے فتح کرنا شروع کر دیے۔ ان قوتوں میں فرنچ، ڈچ، برٹش اور پورچوگیز شامل تھیں۔ یہ ایک دوسرے کی گردنیں بھی مارتے تھے لیکن اس کے باوجود کالونیل ازم میں یہ مشترک تھے۔ نو آبادیاتی علاقوں میں جہاں ان کو کوئی پادری لگانا ہوتا تھا تو برسلز میں ان کا مشترکہ اجلاس ہوتا تھا اور سوچا جاتا تھا کہ وہاں کیتھولک پادری لگایا جائے یا پروٹسٹنٹ۔ اس علاقے کے لیے کونسا مذہب بہتر رہے گا۔ مغربی طاقتوں نے مسلمانوں سے دو چیزوں کو دور کرنے کا پروگرام بنایا۔ ایک اسلام کا نظام تعلیم اور دوسرا جہاد۔ حیران کن بات یہ ہے کہ 1781ء میں سب سے پہلا دینی مدرسہ انگریزوں نے کھولا تھا جس کا نام کلکتہ مدرسہ تھا۔ اس سے پہلے ایک مدرسہ ہوتا تھا جس میں تفسیر بیضاوی کے کچھ نسخے تھے، اس کے علاوہ حدیث ہوتی تھی اور پھر دنیوی علم ہوتا تھا جس سے ساری سول سروس بنتی تھی۔ اس مدرسہ کے بعد ایک بحث چلی اور لارڈ ولیم مینٹنگ نے کہا کہ ہمیں بھی اجازت دی جائے کہ ہم انڈیا جا کر مشنری سکول کھولیں۔ انہوں نے مشنری سکول کھولے جن میں بائبلی اخلاقیات پڑھانے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو کہا گیا کہ ہمارے ساتھ مناظرے کرو۔ مسلمانوں کے مدارس بند کر کے انہیں جدید دنیا سے کاٹ دیا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ ان مناظروں میں عیسائیوں سے ہار جاتے تھے۔ آخری بڑا مناظرہ 1851ء میں آگرہ میں ہوا جس کے بعد مسلمانوں نے کہا تھا کہ ہم مناظرہ نہیں کریں گے۔ اسی دوران ایک شخصیت مرزا غلام احمد قادیانی کو ابھارا گیا۔ یہ شخص کسی دینی مدرسے کا پڑھا ہوا نہیں تھا بلکہ سیکولر سکول میں پڑھا ہوا تھا۔ ایک ڈپٹی کمشنر کے آفس میں اس کی ساری ٹریننگ ہوئی۔ اس کے بعد وہ یہ ساری بحثیں جیتنا شروع ہو گیا اور بہت مشہور ہو گیا کہ مسلمانوں میں ایک عالم پیدا ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھ اس کو تصوف کا تڑکا لگوایا گیا۔ اس کے بعد اس کے اردگرد

لوگوں کو جمع کیا گیا۔ اس کے لیے باقاعدہ ایک حدیث کو بنیاد بنایا گیا کہ جب عیسیٰ آئیں گے اس کے بعد خنزیر کو ختم کر دیں گے اور صلیب کو توڑ دیں گے اور پھر جہاد کوئی نہیں ہوگا۔ ظاہر بات ہے جہاد کو ختم کرنے کے لیے ایک جعلی عیسیٰ کی ضرورت تھی۔ آخری مناظرے میں پادری نے نبی اکرم ﷺ کی 72 علاماتِ قیامت والی حدیث سنا کر کہا کہ ساری علامات اس وقت آچکی ہیں لیکن سیدنا عیسیٰ کہاں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اسی مناظرے میں غلام احمد قادیانی نے کہا عیسیٰ تمہارے سامنے کھڑا ہے۔ اس نے پھر حدیث میں موجود علامات کو تشبیہ کے انداز میں ثابت کیا کہ میں بھی ایک علامت ہوں۔ لیکن اس سے ایک غلطی ہوگئی جس کے مطابق جس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے قسم اٹھا کر کوئی بات بیان کی ہوگی اس کی ہم تشبیہ نہیں کر سکتے بلکہ وہ بات بعینہٖ اسی طرح ہوگی۔ کتاب الفتن میں اللہ کے رسول ﷺ نے ایک جگہ قسم اٹھائی ہے کہ میں محمد (ﷺ) قسم اٹھاتا ہوں اس اللہ کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم میں عیسیٰ ابن مریم ضرور اتریں گے۔ اب مرزا غلام احمد نہ عیسیٰ ہے اور نہ مریم کا بیٹا ہے۔ یہ وہ حدیث ہے جو قادیانیوں کے جھوٹے دعوے پر تلوار کی طرح لٹکی ہوئی ہے اور ثابت کرتی ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

مولانا زاهد الراشدی: دو تین سوالات ہیں جو آج کل زیادہ پوچھے جاتے ہیں۔ پہلا سوال ہے کہ قادیانی قرآن کو مانتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کو مانتے ہیں اور بیت اللہ کو بھی مانتے ہیں، لیکن پھر یہ مسلمان کیوں نہیں ہیں؟ یہ سوال آج کا نہیں ہے بلکہ جب انگریز کے دور میں علامہ اقبالؒ نے انگریزی حکومت کو کہا تھا کہ قادیانیوں کا اندراج الگ کمیونٹی کے طور کیا جائے مسلمانوں کے ساتھ ان کا اندراج نہ ہو۔ اس وقت کانگریس کے لیڈر پنڈت جواہر لعل نہرو نے یہ سوال کیا تھا۔ چنانچہ نہرو کی اس حوالے سے علامہ کے ساتھ خط وکتابت ہوئی جو اس وقت ایک دستاویز کے طور پر موجود ہے۔ اس میں علامہ نے ایک بنیادی نکتہ اٹھایا تھا کہ نبی اتھارٹی ہوتا ہے۔ یعنی اللہ کے بعد سب سے فائنل اور آخری اتھارٹی نبی ہے اور فائنل اتھارٹی ایک ہی ہوتی ہے۔ نبی ماننے کا مطلب یہ ہے کہ اسے ہر لحاظ سے حرف آخر مانا جائے۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ کا اعلان ہے کہ میرے بعد کوئی فائنل اتھارٹی نہیں ہوگی۔ علامہ نے کہا کہ نئی اتھارٹی تسلیم کرنے سے سسٹم بدل جاتا ہے۔ یہ دنیا کا معروف اصول ہے۔ فائنل اتھارٹی ہر ادارے میں اور ہر جگہ ایک ہوتی ہے دو نہیں ہوتیں۔ ہر ملک کے نظام میں چیک اینڈ بیلنس ہے لیکن فائنل اتھارٹی ایک ہی ہے۔ علامہ نے کہا نبی کے بدلنے سے اتھارٹی بدلتی ہے اور اتھارٹی بدلنے سے مذہب بدل جاتا ہے۔

ماضی کی تاریخ بھی یہی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لاتے رہے۔ نبی کے آنے سے نئے مذہب کا آغاز ہوا ہے۔ نوح علیہ السلام کا اپنا مذہب تھا۔ ہود علیہ السلام کا اپنا مذہب تھا، صالح علیہ السلام کا اپنا مذہب تھا۔ لوط علیہ السلام کا اپنا مذہب تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کا اپنا مذہب تھا۔ یعنی نبی کے بدلنے سے مذہب بدل جاتا رہا۔ دنیا کے معروف مذاہب کو دیکھ لیں۔ یہودی، اس لیے یہودی کہلاتے ہیں کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور تورات کو مانتے ہیں۔ لیکن میں بھی موسیٰ علیہ السلام اور تورات کو مانتا ہوں لیکن میں یہودی کہلانے کا حق نہیں رکھتا۔ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کو مانتا ہوں لیکن میں عیسائی کہلانے کا حق نہیں رکھتا کیوں کہ میں ان کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ اور قرآن کو بھی مانتا ہوں۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر ایمان رکھنے والے وہ لوگ جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کو مان لیا وہ پہلوں سے الگ ہوگئے اور ایک نیا مذہب بن گیا۔ اسی طرح جنہوں نے حضرت محمد ﷺ اور قرآن کو مان لیا وہ یہودیوں اور عیسائیوں سے الگ ہو گئے۔ یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں نبی مسلسل آتے رہے پھر ان کا مذہب کیوں نہیں بدلا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو نبی ساتھ کتاب وشریعت لاتا ہے اس کے بعد مذہب بدل جاتا ہے۔ کیونکہ پہلی شریعت اور ہوگی بعد والی شریعت اور گی۔ مرزا غلام احمد خود کہتا ہے کہ میں صاحب شریعت ہوں اور رسول بھی ہوں۔ لہٰذا جس طرح میں موسیٰ علیہ السلام اور تورات کو ماننے کے باوجود یہودی کہلانے کا حقدار نہیں ہوں اسی طرح مرزا غلام احمد کے ماننے والے مسلمان کہلانے کے حقدار نہیں ہیں کیونکہ وہ ایک نئے مذہب کے پیروکار ہیں لہٰذا یہ ان کا حق ہے کہ وہ اپنے مذہب کا نیا نام رکھیں۔ جبکہ مسلمانوں کا حق ہے کہ ان کے مذہب اور عبادت گاہوں کا نام کوئی دوسرے مذہب والا استعمال نہ کرے۔ ہمیں قانونی اور اخلاقی طور پر حق حاصل ہے کہ اپنے مذہب اور عبادت گاہوں کے نام کا تحفظ کریں۔ ہم قادیانیوں کو یہ اجازت نہیں دے سکتے کہ نیا نبی، نیا مذہب اور نیا دائرہ بنا کر ہمارے نام کو استعمال کریں کیونکہ یہ مسئلہ شناخت کا ہے، ساکھ کا ہے اور اپنے مذہب کے تحفظ کا ہے۔ جس طرح عیسائی یہودیوں سے الگ ہوئے ہیں، مسلمان عیسائیوں سے الگ ہوئے ہیں اسی طرح قادیانیوں کو الگ شناخت، الگ ٹریڈ مارک الگ عنوان اختیار کرنا پڑے گا۔ اس کے بغیر بات قبول نہیں کی جائے گی۔ اس کی ایک موجودہ مثال یہ ہے کہ عیسائی اپنے اندر سے پیدا ہونے والے ایک نئے گروہ مورمنز کو عیسائی نہیں مانتے کیونکہ وہ نئے نبی اور نئی کتاب کو مانتے ہیں۔ حالانکہ وہ ایک بڑا عیسائی فرقہ ہے اور بڑا موثر ہے لیکن عیسائی مذہب کے تین بڑے ادارے: پاپائے روم، آرچ بشپ آف کینٹربری اور یونان کا آرتھوڈکس چرچ ان کو رکنیت دینے کو تیار نہیں ہیں۔ بالکل اسی طرح ہمارا موقف بھی ہے کہ ہم قادیانیوں کو اپنے وجود کا حصہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ ان کو الگ شناخت اختیار کرنی پڑے گی۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ کیا قادیانیوں کے کوئی انسانی اور شہری حقوق ہیں یا پاکستان میں ان کو انسانی اور مذہبی حقوق حاصل ہیں یا نہیں؟ میں کہتا ہوں کہ بالکل حاصل ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ وہ حقوق کسی دستور اور ضابطے کے تحت حاصل کریں گے یا جو حقوق خود طے کریں گے وہی ملیں گے؟ کسی ملک کی کسی کمیونٹی کے حقوق کے تعین کا سب سے بڑا معیار دستور ہوتا ہے۔ قادیانی ملک کے دستور کو تسلیم نہیں کر رہے، پارلیمنٹ نے جمہوری اصولوں پر کسی ابہام کے بغیر متفقہ فیصلہ دیا ہوا ہے کہ ہم قادیانیوں کے حقوق سے انکار نہیں کرتے لیکن ان کے حقوق مسلمان کے ٹائٹل کے ساتھ نہیں ہوں گے، غیر مسلموں کے ٹائٹل کے ساتھ ہوں گے۔ جس طرح ہندوؤں، سکھوں، عیسائیوں کے حقوق ہیں جو سب اپنے حقوق استعمال کرتے ہیں لیکن اپنے ٹائٹل سے کرتے ہیں۔ یہ اصول ہمارے دستور کا حصہ ہے۔ قادیانی اس دستور کو تسلیم کیے بغیر کیسے حقوق حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ دستور، پارلیمنٹ اور عدالت کے فیصلے کو چیلنج کر رہے ہیں اور اس کے خلاف دنیا میں مہم چلا رہے ہیں۔ کسی بھی ملک میں حقوق حاصل کرنے کے لیے اس ملک کے دستور کو ماننا ضروری ہے۔ قادیانیوں کو خود سوچنا چاہیے۔ جس طرح بہائیوں نے اپنا وجود الگ کر لیا اس کے مطابق وہ اپنے حقوق استعمال کرتے ہیں اسی طرح قادیانی بھی کریں لیکن پہلے وہ دستور کو تسلیم کریں۔ قادیانی ہوتے ہوئے وہ مسلمان کے حقوق کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔ عالم اسلام کا کوئی مسلمہ فورم قادیانیوں کو رکنیت دینے کو تیار نہیں ہے نہ انفرادی طور پر نہ اجتماعی طور پر۔ یہ اجماع امت ہے۔ یعنی پوری امت ایک طرف ہے لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ عالمی ادارے پوری امت کی کمٹمنٹ کو رد کرتے ہوئے کسی اصول و ضابطے کے بغیر قادیانیوں کو سپورٹ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے اور جو بے خبری اور غلط فہمی میں مبتلا لوگ قادیانیوں کا ساتھ دے رہے ہیں اللہ ان کو ہدایت دے۔ آمین!

رمضان کے بعد زندگی کیسے گزاریں؟

فرید اللہ مروت

رمضان المبارک اپنی تمام تر رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ جلوہ فگن ہوا اور بڑی تیزی سے ہمارے درمیان سے رخصت بھی ہوگیا۔ یہ مہینہ ایک مسلمان کو ایمانی اور عملی طور پر عروج اور بلندی عطا کرتا ہے۔ ان میں وہ یقین اور ایمان پیدا کرتا ہے جو مسلمانوں کا عظیم سرمایہ ہے اور جو اسلام میں مطلوب اور مقصود ہے۔ عملی طور پر بھی ان میں وہ اسپرٹ پیدا کی جاتی ہے کہ اگر رمضان کے بعد بھی اسی رفتار سے سفر جاری رکھا جائے تو آخرت کی منزل آسان ہو جائے گی اور ہمیشہ ہمیش کی زندگی میں وہ راحت نصیب ہوگی جس کا آج تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن یہ ہمارا المیہ ہے کہ رمضان المبارک میں جو عمل کیا جاتا ہے اس کی رفتار بعد میں سست پڑ جاتی ہے۔

مسجدیں ویران ہو جاتی ہیں، چٹائیاں لپیٹ کر رکھ دی جاتی ہیں اور اب پرانے نمازیوں کی وہی ایک 2 صف باقی رہ جاتی ہے حالانکہ رمضان اس لیے دیا گیا تھا کہ اس میں مسلمانوں کی ایمانی و عملی لو تیز ہو سکے اور مسلمان رمضان کے بعد چلتا پھرتا قرآن نظر آئیں، ان کی زندگی قرآنی تعلیمات کے سانچے میں اس طرح ڈھل جائے کہ ان کو دیکھ کر لوگ شریعتِ اسلامی کو سمجھ سکیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے روزوں کو فرض کرنے کی حکمت تقویٰ کے ساتھ متصف ہونا بیان کیا ہے یعنی انسان کا دل، سوچ، سمجھ، انداز اور اخلاق و کردار سب کچھ اس طرح بدل جائیں کہ رمضان کے بعد وہ ایک نئی اور صالح زندگی کا حامل بن جائے اور زندگی میں ایک طرح کا انقلاب برپا ہو جائے کہ اگر وہ رمضان سے قبل سودی معاملات کا کاروبار کرتا تھا تو اب وہ توبہ کر لے اور اس کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھے۔ خدانخواستہ اگر وہ شراب نوشی میں ملوث تھا تو اب اس سے نفرت پیدا ہو جائے۔ دھوکہ دہی، کذب بیانی، ظلم و زیادتی، حسد، غیبت اور دوسرے منکرات سے توبہ و استغفار کے ذریعے اپنے آپ کو پاک و صاف کر لے اور دوبارہ ایسی معصیت کا ارتکاب ہرگز نہ کرے فرائض و نوافل کا ایسا خوگر بن جائے کہ ان کے بغیر نہ رات میں نیند آئے اور نہ دن میں چین و سکون کا احساس ہو۔

اگر یہ کیفیات دل میں پیدا ہو گئیں اور زندگی میں ایسا تغیر رونما ہو گیا تو سمجھنا چاہئے کہ رمضان کا مقصد حاصل ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کو پالیا ورنہ بظاہر رمضان کا مہینہ ہم نے پایا اور کچھ اس سے حاصل کئے بغیر وہ ہم سے رخصت ہو گیا جو اہل ایمان کے لیے سب سے بڑی مایوسی کا ذریعہ اور محرومی کا سبب ہے۔ رمضان المبارک میں ایک روزہ دار کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے محاسب اور نگران ہونے کا احساس پختہ ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ سخت دھوپ اور گرمی میں جبکہ پیاس سے زبان خشک ہو جاتی ہے اس وقت بھی تنہائی میں پانی پینے کی غلطی نہیں کرتا۔ عمل کے اعتبار سے جیسا بھی ہو مگر روزہ کی حالت میں صبح سے شام تک بھوک اور پیاس کو بڑی بشاشت کے ساتھ برداشت کرتا ہے اور اسے یقین ہوتا ہے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔

اگر میں نے تنہائی میں بھی کچھ کھا پی لیا تو اگرچہ انسان کی نظر سے بچا جا سکتا ہے مگر میں اپنے رب کی نظر سے نہیں بچ سکتا۔ یہی وہ احساس ہے جو اسے کھانے پینے سے روکتا ہے اور بھوک و پیاس برداشت کرنا اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔ رمضان المبارک کا یہ پیغام ہے کہ جس طرح اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا احساس تھا اور چلتے پھرتے اُس کا ڈر دل میں بسا ہوا تھا اسی طرح رمضان کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا احساس اور اس کی گرفت کا ڈر دل میں موجود ہو کہ روزہ درحقیقت اسی کیفیت کو پختہ کرنے کا ایک نصاب ہے۔ اگر یہ کیفیت دل میں پیدا ہو جائے تو حرام و حلال کی تمیز دل میں پیدا ہوگی، کسی پر ظلم کرنے کا جذبہ پیدا نہیں ہوگا۔ شراب نوشی، زناکاری، دھوکہ دہی، کذب بیانی وغیرہ سے زندگی پاک و صاف ہو گی۔ سودی لین دین سے وہ آدمی توبہ کر لے گا اور کسی ایسے کام کی طرف اس کا ذہن نہیں جائے گا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ ہر وقت اس کے دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا احساس ہوگا جس سے وہ تمام منکرات سے محفوظ رہے گا جیسا کہ صحابہ کرام ؓ میں یہ احساس جاگزیں تھا، اس کے سبب ان کا مقام اتنا بلند ہوا کہ پوری امت ان کی بلندیوں پر رشک کرتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی تمام محنتوں کا خلاصہ بھی یہی تھا کہ ہر انسان کو یہ احساس ہو جائے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے، وہ عرش کا مالک ہے، اس کا کوئی ثانی اور نظیر نہیں، اس کی گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا، اس کی بندگی میں ہی دنیا و آخرت کی بھلائی پوشیدہ ہے۔ یہی مقصد قرآن میں سورۃ البقرہ کی آیت 183 میں رمضان المبارک کا بیان ہوا ہے۔ روزہ دار نے اگر اس مقصد کو پالیا تو گویا شریعت کے اصل مقصد کو اس نے پالیا اور اب وہ گمراہی سے محفوظ ہو گیا۔ ایک شخص روزے کی حالت میں اُن تمام چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے جن کو شریعت نے وقتی طور پر ممنوع قرار دیا ہے۔

یہ دراصل اس بات کی مشق کرائی جاتی ہے کہ جس طرح رمضان میں ان چیزوں سے رکے رہے اور شریعت کی پابندی کی، ویسے ہی رمضان کے بعد ان تمام چیزوں سے رکے رہنا ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے جن کو شریعت نے مستقل طور پر حرام قرار دیا ہے۔ اہل ایمان کو چاہیے کہ ممنوعات سے مکمل گریز کریں اور شریعت کا پاس و لحاظ رکھیں۔ وہ چیزیں جن پر صرف صبح سے شام تک پابندی تھی جب ان پر اس قدر سختی سے عمل کیا گیا اور پورا مہینہ اس پر مشق ہوتا رہا تو جن پر ہمیشہ ہمیش کے لیے بندش عائد کی گئی ہے ان پر کس قدر ہمیں سختی سے عمل کرنا چاہیے۔

ایک مسلمان کو حرام اور ممنوع عمل کرتے ہوئے فوراً اس بات کی طرف ذہن کو لے جانا چاہیے کہ رمضان میں جس طرح ممنوعات سے رکے رہے اسی طرح غیر رمضان میں بھی مجھے تمام ناجائز کاموں سے رکنا چاہیے ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ رمضان میں ہی رکنا میرے لیے ضروری تھا اور بعد میں نہیں۔ جب بھی مقصد اپنے رب کو راضی کرنا تھا اور اب بھی وہی مقصد ہے، پھر حرام اور ممنوع چیزیں غیر رمضان میں کیسے جائز ہو سکتی ہیں؟ اسی طرح رمضان المبارک کا ایک خاص تحفہ اور سوغات قرآن مجید کی تلاوت اور اس میں غور و تدبر کرنا ہے۔ قرآن مجید اسی مہینے میں لوح محفوظ سے سمائے دنیا پر نازل کیا گیا اسی لیے اس مہینے کو اللہ تعالیٰ نے بڑا شرف و عزت عطا کی اور اس کو تمام مہینوں پر

فضیلت دی گئی۔ اس طرح قرآن کریم کو اس مہینے سے خاص مناسبت حاصل ہے، اس لیے اس مہینہ میں قرآن مجید کی تلاوت کی بڑی فضیلت ہے۔ صحابہ کرام ؓ رمضان المبارک میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ آج کل کے مسلمان بھی بڑے ذوق وشوق سے پورا مہینہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور تراویح میں سنتے ہیں اور اس کے لیے بڑا اہتمام کرتے ہیں۔

اس سے یہ پیغام ملتا ہے کہ رمضان کے بعد بھی قرآن کریم کی تلاوت کو اپنا معمول بنالیں اور اس سے تعلق باقی رکھیں۔ قرآن کریم کی تلاوت صرف رمضان کے لیے خاص نہیں بلکہ رمضان میں کثرت سے تلاوت دراصل اپنی طبیعت کو عادی بنانے کے لیے ہے تاکہ غیر رمضان میں بھی یہ عادت باقی رہے اور ہر صبح وشام قرآنی آیات کا ورد زبان پر جاری رہے یا کم سے کم فجر کی نماز کے بعد ایک خاص مقدار میں تلاوت قرآن کو اپنا معمول بنا لیا جائے پھر اس کے بعد اپنے کام کا آغاز کیا جائے۔ ان شاء اللہ اس سے کام میں برکت پیدا ہوگی اور پورا دن مصائب ومشکلات سے محفوظ رہیں گے۔

اسی طرح قرآن کریم کے معانی ومفہوم پر غور وتدبر کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے کیونکہ یہی دراصل قرآن کے نزول کا مقصد ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب اصولِ حیات اور تمام قوانین کا منبع اور سرچشمہ ہے اور جب تک اس کے ترجمہ اور معانی ومفہوم پر ہم غور نہ کریں اس وقت تک اس کے اصولِ حیات ہونے اور اس کی شانِ رفعت کا علم نہیں ہوسکتا اس لیے موجودہ تراجم وتفاسیر کی مدد سے اس بات کی کوشش کی جانی چاہیے کہ اپنے رب کے مقصود کو ہم پائیں اور اس پر عمل کرنے کے لیے اپنے نفس کو آمادہ کریں۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ بہت سے مسلمان رمضان کے بعد پورا سال قرآن کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے بلکہ بہت سے لوگ قرآن پڑھنا بھی نہیں جانتے اور نہ اس کی کوشش کرتے ہیں، یہ قرآن سے بے اعتنائی اور مجرمانہ غفلت کی بات ہے۔

رمضان المبارک کا مہینہ ہمدردی وغمخواری کا بھی ہے۔ عام طور پر مسلمان اس میں محتاجوں، مسکینوں اور غریبوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کو اپنے افطار وسحر میں شامل رکھتے ہیں، ان کی دعوت کرتے ہیں اور حتی الامکان ان کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ ہمدردی کا یہ جذبہ رمضان کے بعد بھی باقی رہنا چاہیے۔ ایک مسلمان پاس پڑوس کے محتاجوں اور بیکسوں کی خبر گیری رکھے اور اس کی کوشش رہے کہ کوئی شخص پڑوس میں بھوکا نہ سونے پائے۔ اگر کوئی محتاج ہے تو اپنی بساط کے مطابق اس کی مدد کرے، اپنے کھانے میں سے کچھ حصہ اس کے پاس بھیج دے تاکہ وہ بھی اپنی یا اولاد کی بھوک مٹا سکے یہ بہت بڑا صدقہ اور خیر وبھلائی کا کام ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص بیمار ہے اور اس کے پاس دوا وعلاج کے پیسے نہیں تو پڑوس اور دور کے مسلمانوں کو چاہیے کہ اس کا دوا وعلاج کا انتظام کریں یا کم ازکم علاج و معالجہ میں ہاتھ بٹائیں اور بقدر وسعت اس میں حصہ لیں۔ آج کتنے لوگ ہیں جو افطار پارٹی میں بڑی شان وشوکت سے حصہ لیتے ہیں، لیکن ان کے گھر کے پڑوس میں کوئی غریب بیمار ہے، اپاہج ہے، جس کے پاس علاج جاری رکھنے کی طاقت نہیں، وہ ایک ایک پیسے کا محتاج ہے مگر اس شخص کو اس کی خبر بھی نہیں۔ اگر اس کے پاس کبھی اس کی اطلاع بھی آئی تو اس نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور نہ اس کے زخم پر مرہم رکھنے کی کوشش کی۔ کیا یہ سمجھتے ہیں کہ رمضان میں چند لوگوں کو افطار کرادینے سے ہمدردی کا حق ادا ہوجائے گا اور دعوت افطار سے ان کے سارے گناہ دھل جائیں گے؟ اصل تو ان محتاجوں کے احتیاج کو دور کرنا ہے جو دوسروں تک نہیں پہنچ سکتے اور آپ کو ان کا علم ہے، ان بیکسوں کی بیکسی کو دور کرنا ہے جن کی نظریں آپ کی طرف اٹھی ہوئی ہیں۔ آپ کی ذمہ داری ہے کہ خاموشی کے ساتھ ان افراد کی مدد کریں اور ان کے ساتھ ہمدردی وغمخواری کا اظہار کریں۔ بہت سے لوگ ناگہانی مصائب کے شکار ہوجاتے ہیں ان کو دیکھ کر دل میں غمخواری کے جذبات کا پیدا ہونا رمضان کا اہم پیغام ہے۔ غرض رمضان گزر جانے کے بعد بھی خلق خدا پر شفقت، غرباء پر ترس اور پریشان حال لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کی کوشش رہے اور یہ مزاج کبھی ختم نہ ہو۔

یہ چند وہ اہم کام ہیں جن کا رمضان کے بعد بھی اہتمام کرنا چاہیے۔ درحقیقت یہی رمضان المبارک کی قدردانی اور اس کا پیغام ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رمضان المبارک کے بعد بھی زیادہ سے زیادہ نیک کاموں کی توفیق دے۔ رمضان میں نیکیوں کا جو سلسلہ شروع کیا ہے اس کو پورا سال جاری رکھنے کی توفیق اور ہمت عطا کرے۔ آمین یارب العالمین!

❁❁❁

ضرورت رشتہ

☆ راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، ڈاکٹر، ایم بی بی ایس، عمر 26 سال کے لیے تعلیم یافتہ، دینی مزاج کے حامل لاہور کے رہائشی لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0307-9403817

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 32 سال، تعلیم مڈل، ذاتی کاروبار، کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-4300985

☆ راجپوت فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 28 سال، تعلیم الیکٹریکل انجینئر، کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا لاہور سے رشتہ مطلوب ہے۔

برائے رابطہ: 0307-9403817

☆ لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم، عمر 35 سال، تعلیم ایف اے، برسرروزگار کو عقد ثانی کے لیے (پہلی بیوی سے بوجہ علیحدگی) دینی مزاج کی حامل خاتون کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0333-2141046

☆ راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 35 سال، تعلیم ایم اے (مطلقہ، ساتھ ایک بیٹا) کے لیے دینی مزاج کے حامل شخص کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0307-9403817

دعائے صحت کی اپیل

☆ سرگودھا شرقی کے معاون مالیات محترم حافظ عبداللہ علیل ہیں۔

برائے بیمار پرسی: 0301-9723094

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ
وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا
شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا

بے آواز جنگ کا نقارہ

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

دنیا جب سے گلوبل ولیج بنی ہے، بالخصوص گزشتہ دو دہائیاں انسانیت پر بہت سخت گزری ہیں۔ ان جنگ پرستوں سے ہے سارا جہاں برہم! بلکہ درہم برہم۔ یہ جنگیں قیامت خیز اسلحے اور دل ونگاہ خیرہ کن، عقلوں کو گروی رکھ لینے والی ابلاغی قوت کے سر پر لڑی گئیں۔ انسانیت کی قدروں پر قبرستانوں کا سا سناٹا چھانے لگا۔

"بدلا ہوا ہے عدل کا معیار چپ رہو!
بولو نہ کچھ زباں سے سرِدار چپ رہو!"

سکہ رائج الوقت ٹھہرا۔ انسانی تاریخ کے اعلیٰ ترین علوم کا حاصل، مغربی حکمران تہذیب کے ہاں کیا تھا؟ ابلاغی مکروفریب، جھوٹ دجل کے ڈالروں میں گندھے طومار، اور ان کے عالمی بیوپاری۔ سیٹلائٹوں کی سان چڑھے، رنگ اور روشنیوں، موسیقی اور زبان آوری کے لطیف ہتھیاروں سے لیس عقل وخرد شکار کرنے والے جنگی اسلحے نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو اپنی نوک پر رکھا، باقی دنیا کو دہلایا اور 21 ویں صدی کے ہلاکو اور چنگیز سبھی اتحادی بن کر پورے گلوب پر چڑھ دوڑے۔ (افغانستان پر جنگ سمیٹتے ہوئے بھی 36 ممالک کے 9 ہزار 592 اہلکار اور ڈھائی ہزار امریکی، عسکری باقیات میں سے وہاں موجود ہیں!)

ظهر الفساد فی البر والبحر... "خشکی اور تری میں فساد برپا ہوگیا، لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے"۔ (الروم: 41) یہ آیت اپنی پوری معنویت کے ساتھ بیس برس روئے زمین کے ہر گوشے، ہر دائرۂ عمل، ہر شعبۂ حیات پر چھائی رہی۔ بری فضائی فوجوں کی قیامتیں تو دنیا دیکھتی آئی تھی۔ سمندروں پر قابض، ہیبت اور شکوہ لیے جنگی بحری بیڑے، فرانسیسی جہاز چارلس ڈیگال اور امریکی روز ویلٹ، جن کے سینے سے بمبار جنگی طیارے اڑان بھرتے رہے۔ نہتے بے نوا مفلس، بری بحری فضائی افواج سے عاری ملک افغانستان کے طول وعرض پر کارپٹ بمباری کرتے رہے بلا روک ٹوک۔ برسرِ زمین عورتیں، بچے، بوڑھے مویشی، گھر، بستیاں، آبادیاں، باراتیں، جنازے بھینٹ چڑھتے رہے۔ واحد ابلاغی آواز جو زمینی حقائق بیان کرتی 'الجزیرہ' کی تھی۔ اس کے کابل اور عراق کے دفاتر پر میزائل داغے اور پھر یکطرفہ ہی خبریں چلیں۔ دنیا بھر کو جو کچھ دیکھنا سننا تھا، حملہ آوروں ہی کی زبان سے سننا تھا۔ وہ طاقت کے نشے میں کس طرح چور تھے؟ عراق پر حملے کی کوریج پر بی بی سی کے نیوز ہیڈ، راجر موسے نے ایک ای میل میں لکھا: "بی بی سی کی (عراق) جنگ کی کوریج نہایت غیر معمولی ہے۔ یہ تقریباً عالمی فٹ بال کی سی کیفیت ہے۔ آپ اُمِّ قصر سے جنگ کے کسی دوسرے 'تھیٹر' تک جاتے ہیں اور یوں آپ جنگوں کے سبھی محاذ بیک نظر دیکھ رہے ہیں۔"

ایسا ہی منظر امریکی بحری بیڑے کے سینے پر لدی سی این این کی معروف اینکر کرسٹینا امان پور کا تھا۔ امریکی قوت پر نازاں، تکبر میں گندھے لہجے، ناک سے بچھو گرنے (تکبر کو بیان کرتا پنجابی محاورہ) والی کیفیت میں وہ کروز میزائیلوں اور اڑتے بمبار جہازوں کے فضائل اور کارکردگی بیان کرتی نہ تھکتی تھی۔ اب مدِ مقابل عراق تھا، مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کے سینے پر مونگ دلتی واحد مضبوط فوجی قوت۔ امریکا کا دعویٰ تھا کہ وہ جنگ خلیج میں عراق کی 80 فیصد فوجی قوت تباہ کر چکا تھا۔ 1991ء میں اس نے 40 ٹن ڈیپلیٹڈ یورینیم عراق پر برسایا تھا جس سے کینسر کی شرح میں 700 فیصد اضافہ ہوا تھا۔ معاشی پابندیوں کے نتیجے میں ادویات سے محرومی کی بھینٹ 5 لاکھ عراقی بچے چڑھ کر پہلے ہی جنگ خلیج کا لقمۂ تر بنے تھے۔ 2003ء کا حملہ تو تیسری عالمی جنگ اور نئی صلیبی جنگ کا حصہ تھا۔ اس مرتبہ میڈیا کی برتری اور سحر انگیز کارفرمائی نے پوری دنیا کے دل دماغ اپنے شکنجے میں جکڑ لیے تھے۔ مثلاً 'دی آبزرور' میں ایک تصویر چھپتی ہے۔ امریکی فوجی 15 سالہ عمر کے ساتھ ہمدردی کر رہا تھا۔ یہ انسان دوستی کا مرقع فوجی کیسا نرم اور خوبصورت تاثر چھوڑتا ہے! مگر تصویر یہ نہیں بتاتی کہ اس بچے کے ماں باپ بہن بھائی کے پرخچے چند لمحے پہلے اسی فوجی کے ٹینک کے گولوں سے کیونکر اڑے۔ شہری آبادی پر یہ قیامت اسی مہربان نے برپا کی۔

یہی داستانیں دو دہائیوں میں دہرائی گئیں جابجا۔ فلوجہ میں فاسفورس (ممنوعہ مواد) برسا کر اذیت ناک موت سے عراقی دوچار کیے گئے۔ (اب فخریہ اسی پر وڈیو گیم بنا کر بچوں میں خونخواری اتارنے کا سامان، خونِ مسلم کے لیے، کیا گیا ہے جس پر امریکی مسلمانوں نے آواز اٹھائی ہے!) غزہ اور شام میں ننھے پھول سے بچوں کی قطار اندر قطار لاشیں۔ کیمیائی ہتھیاروں (ممنوعہ) کے حملے سے شامی بچے، بوڑھے، نوجوان، سانس کو ترستے ہچکیاں بھرتوں کی دلدوز وڈیو۔ (آج پوری دنیا کی سانس کورونا نے جکڑی ہے، سارا رونا آکسیجن سپلائی کا ہے!) حقوقِ انسانی کے دفاتر کی پرشکوہ بلند وبالا عمارتوں میں اقوامِ متحدہ کی چھتری تلے یہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ سمندروں میں ڈوبتے ساحلوں کی تلاش میں مارے مارے پھرتے بے گھر بے در روہنگیا مسلمان۔ پوری شامی آبادی مہاجر ہوگئی، ساحلِ سمندر پر پڑی ننھے خوبصورت ایلان کردی کی لاش کی تصویر ضمیرِ عالم کو پکارتی انسانی اقدار کا نوحہ تھی۔ کشمیر کی وادیوں مرغزاروں میں نوجوانوں کی بینائی چھینتی بھارتی بندوقیں۔ ان کی رہی سہی آزادی 5 اگست 2019ء میں چھین کر بھارتی افواج کشمیر پر قہر ڈھانے کو ہمہ وقت مسلط ہیں۔ بھارت میں گائے کے ذبیحے کے شبے میں مسلمانوں کا خون بستی بستی حلال رہا۔ احمد آباد گجرات کے سانحات اور مسلمانوں پر بھارت بھر میں زمین تنگ، معیشت دشوار اور جینا حرام کیے رکھنا سراسر روا ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں سری لنکا میں (امن کے پرچارک) بدھ انتہا پسندوں کے ہاتھوں حکومتی سرپرستی میں قیامت برپا ہے۔ دنیا بھر میں مسلمان عالمی ہاتھیوں کے قدموں تلے سرمہ بن رہے ہیں۔

دنیا میں یکایک ایک اور بے آواز جنگ کا نقارہ بجا۔ دسمبر 2019ء سے آج تک غیر مرئی حملہ آور نے سائنسی ترقی کی ہمہ نوع گھن گرج والی دنیا کی گردن دبوچ لی۔ بولتی بند کردی۔ سانسیں سلب کرلیں۔ اسلحوں کے انبار لگی دنیا کے پاس گولی، میزائل تا ایٹم بم سبھی کچھ دھرے کا دھرا رہ گیا۔ اس دشمن کے مقابل سبھی کچھ ناکارہ ہے۔ وہ امریکا جس نے 2001ء سے ہونے والی جنگوں میں 5.9 کھرب ڈالر جھونکے، اب سارا مال ومتاع اس اَن دیکھے دشمن سے جنگ میں جھونک رہا ہے! پوری ایک صدی بالعموم اور 20 سال بالخصوص دنیا پر ظلم، جبر واستبداد کا قہر

ڈھانے والی قوتوں کے خلاف از خود نوٹس خالق ارض وسماء نے لیا ہے۔ مالک کسی پر ناراض ہو تو بسا اوقات اپنا کتا اس پر چھوڑ دیتا ہے۔ تکبر کی سونڈ کو داغنے کے لیے اللہ نے نمرود کے لیے مچھر بھیجا تھا۔ اب تاریخی تکبر تھا، سو داغ لگانے کو آنے والا اتنا ہی حقیر، نیم جان، بے وجود سی شے ہے! ''پہلا وار تم کرلو، دوسرا ہمارا ہے!'' یہ اللطیف رب کی غیر محسوس، لطیف، غیر مرئی چال ہے جس کے مقابلے سے پوری دنیا قاصر ہے۔ محیر العقول انتقام ہے۔ مظلوموں کا بدلہ چکانے کو گھن گرج والے دونوں مذکورہ امریکی فرانسیسی بحری بیڑے ساحلوں سے دور سمندروں میں کھڑے کھڑے کیونکر کورونا کی لپیٹ میں آئے؟ نہیں جانتے! امریکی روز ویلٹ بحری جہاز دیکھتے ہی دیکھتے گزشتہ سال مارچ میں کورونا نے دھر لیا اور اسی طرح فرانسیسی جہاز بھی۔ یاد رہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ میں تقسیم کار کے تحت (نیٹو جنگی شرکت کے علاوہ) مسلمانوں کی روحیں زخمی کرنے کے لیے ہمارے مقدسات پر یورپ (بالخصوص فرانس) پورے 20 سال حملہ آور رہا۔ کیا کچھ دنیا بھر کے کفار و منافقین نے نہ کیا۔ بر سرزمین عالمی سطح پر اہل ایمان کے ہاتھوں پر ان دجالیوں نے انگارے دھرے۔ افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر۔ بھارت کے جنگی جنون کا دماغ کورونا نے ٹھکانے لگا دیا۔ روزانہ مسلسل 10 دن سے 4 لاکھ نئے کیس رپورٹ ہو رہے ہیں۔ روزانہ ساڑھے 3 ہزار سے زائد اموات ہیں۔ امریکا میں اب تک 6 لاکھ اموات، یورپ میں سوا 10 لاکھ اموات اور دنیا بھر میں ڈیڑھ کروڑ متاثرین ہیں۔ انسان کی خدائی ہلا ماری گئی۔

یہ وقت ہے اپنے اندر جھانکنے کا، شہ رگ سے قریب خالق، اور حیوانی وجود میں پھونکی گئی روح کی خبر اور تلاش کا۔ اللہ نے تنہائی لاگو کی ہے۔ دنیا سے کٹ کر (قرنطینہ) اندر کا سفر کرو۔ کالی سکرین بند کرو، شیاطین جکڑے جا چکے۔ صرف خاکی شیاطین کی کارفرمائی ہے۔ سائنس کے مارو، آئن اسٹائن کی گواہی ثبت ہے کہ اس نہایت پیچیدہ اور متنوع کائنات کا ایک خالق ہے۔ رمضان میں رابطہ آسان ہے۔ مگر کیا کیجیے، مسلمان سائنس کو صرف ایک سبب اور وسیلے کے طور پر استعمال کرنے کی بجائے اسی بُت کے آگے ہاتھ جوڑے بیٹھا ہے۔ دنیا کی رہنمائی کیا کرے گا۔ خزانے (قرآن اور رسالت) پر سانپ بنا بیٹھا ہے۔ قرآن شاہ کلید ہے، اٹھیے اسے برتیے اور اس کا فیض عام کیجیے۔

یادِ رفتگاں

ڈاکٹر محمد اقبال صافیؒ — پیکرِ تواضع و انکساری

حیدر علی (نقیب اُسرہ تنظیم اسلامی پشاور غربی)

انسان کا اپنی زندگی میں مختلف لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، جن میں چند لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس کی زندگی پر بہت گہرے نقوش چھوڑ جاتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد اقبال صافی (مرحوم) بھی انہی معدودے چند لوگوں میں سے تھے، جن کی رفاقت سے نہ صرف میں بہت متاثر ہوا، بلکہ ان کی صحبت سے میں نے بہت کچھ سیکھا۔

ڈاکٹر محمد اقبال صافیؒ مردان کی ایک تحصیل شیر گڑھ کے گاؤں صافی آباد میں 1939ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد خیبر میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کیا۔ بعد ازاں انگلستان سے سینے کے امراض میں سپیشلائزیشن کی۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے نومبر 1991ء میں تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کی اور ساتھ ہی مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کی رکنیت اختیار کر لی۔ بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے ان کو توجہ دلائی کہ آپ صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) میں انجمن خدام القرآن کا ذیلی سیٹ اپ قائم کریں اور رجوع الی القرآن کی دعوت کو پھیلائیں۔ چنانچہ 1992ء میں انجمن خدام القرآن سرحد پشاور کا قیام عمل میں آیا اور ڈاکٹر محمد اقبال صافیؒ کو انجمن خدام القرآن پشاور کا صدر مقرر کیا گیا۔ جب تک ان کی صحت نے اجازت دی وہ یہ ذمہ داری ادا کرتے رہے۔ انجمن اور تنظیم کی دعوت کو KPK میں متعارف کرانے میں مرحوم نے نمایاں کردار ادا کیا۔ 2016ء میں مختلف جسمانی عوارض کی بنا پر انہوں نے صدارت کی ذمہ داری سے معذرت کر لی۔

ڈاکٹر محمد اقبال صافیؒ کے ساتھ میری رفاقت تقریباً پندرہ برس کی رہی۔ جب میں نے 2006ء میں تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کی۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب اُسرہ یونیورسٹی ٹاؤن پشاور کے نقیب تھے اور میں اس اسرہ میں رفیق تھا۔ ڈاکٹر صاحب کے گھر سے متصل ایک چھوٹی سی انیکسی تھی، جو دو کمرے، باتھ روم اور ایک درمیانی سائز کے ہال پر مشتمل تھی اور ساتھ ہی چھ یا سات گاڑیوں کی پارکنگ کی جگہ بھی تھی۔ یہ انیکسی تنظیم اور انجمن کی تربیتی اور مشاورتی میٹنگز کا ایک مستقل مرکز تھی۔ اجتماع اسرہ، ماہانہ تنظیمی اجتماع، تنظیم کا مشاورتی اجتماع، انجمن کی ماہانہ میٹنگ اور انجمن کا سالانہ اجلاس، غرض تنظیم اور انجمن کے تمام اجتماعات یہیں پر منعقد ہوا کرتے تھے۔ اس طرح اس انیکسی میں ہر دوسرے تیسرے روز ایک اجتماع منعقد ہوتا تھا، جس کی میزبانی کی سعادت ڈاکٹر صاحبؒ حاصل کرتے اور تمام شرکاء کا نہایت گرم جوشی سے استقبال کیا کرتے۔

اس انیکسی کا ایک کمرہ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے لیے مخصوص تھا۔ جب بھی بانی محترمؒ دورے پر پشاور آتے یہیں قیام فرماتے۔ یوں صافی صاحبؒ کو یہ سعادت حاصل رہی کہ وہ ہمیشہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی میزبانی کا شرف حاصل کرتے رہے۔ جبکہ بانی محترمؒ کا اس رہائش گاہ کے بارے میں یہ کہنا تھا کہ ''مجھے اپنے گھر کے بعد یا کراچی میں سکون ملتا ہے یا یہاں پشاور میں۔'' دراصل اپنے گھر کو بناتے ہوئے یہ انیکسی ڈاکٹر صاحبؒ نے اسی مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے بنوائی تھی اور بانی محترم کے لیے ایک کمرہ مخصوص کر دیا تھا۔

بانی محترمؒ کے تقاضے پر اقبال صافی مرحوم نے 1997ء میں قرآن اکیڈمی لاہور سے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس اس انداز سے کیا کہ جمعہ کی شام فلائیٹ سے پشاور جاتے۔ ہفتہ اور اتوار وہاں اپنے کلینک کو وقت دیتے اور اتوار کی شام کو بذریعہ فلائیٹ لاہور واپس آجاتے۔ اور یہ ایک سالہ کورس دینی و دنیاوی دوہری مشقت کے ساتھ اس طرح کیا جس کا نقشہ حسرت موہانی نے اپنے اس شعر میں کھینچا ہے۔

ہے مشقِ سخن جاری چکی کی مشقت بھی
اک طُرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

ڈاکٹر صاحب نہایت ملنسار اور سادہ طبیعت انسان تھے۔ ہر ایک سے انتہائی عاجزی، محبت اور خندہ پیشانی سے ملتے۔ ہر ایک کی بات بہت توجہ سے سنتے اور سب کی عزت کرتے تھے۔ ان عاداتِ سلیمہ کی وجہ سے ہر شخص ان سے محبت کرتا تھا اور ان کی عزت کرتا تھا۔

ڈاکٹر صاحب اپنی پیرانہ سالی کے باوجود اکثر اجتماعاتِ اسرہ میں خود تواضع اور میزبانی کا شرف حاصل

کرتے جو ہم سب رفقاء پر بہت گراں گزرتا۔ کئی مرتبہ ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ ڈاکٹر صاحب سے گزارش کرتے ہیں کہ اجتماع اسرہ کسی دوسری جگہ منتقل کرلیں مگر کسی میں ہمت نہیں ہوئی کہ ڈاکٹر صاحب سے اس بات کا اظہار کرے۔ بالآخر ایک رفیق نے ہمت کرکے اشارتاً تذکرہ کیا تو ڈاکٹر صاحب نے صاف کہہ دیا کہ جب تک میں زندہ ہوں یہ خدمت میں خود کروں گا۔

ڈاکٹر صاحب جود وسخا کے پیکر تھے۔ کوئی سائل ان کے گھر سے خالی ہاتھ نہ جاتا۔ اپنے کلینک میں حاجت مند مریضوں سے نہ صرف فیس نہیں لیتے تھے بلکہ ان کے ٹیسٹ بھی مفت کرواتے اور دوائیاں بھی خود خرید کر دیتے۔ بعض واقعات میں تو ہمیں بالکل صحابہ کرامؓ کی زندگی کی جھلک نظر آتی ہے۔ مثلاً درج ذیل واقعہ خود انہی کی زبانی سنیئے۔

''ایک مرتبہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ سوات کے دورہ پر تھے۔ اس دورہ میں ان کا قیام میرے گھر واقع میاندم میں ہوا۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے پوچھا کہ یہ گھر تمہارا ہے؟ میں نے کہا کہ جی ہاں میرا اور میرے دوست ماہر امراض چشم ڈاکٹر محمد داؤد خان کا مشترکہ۔ انہوں نے دریافت کیا: تم اس گھر میں سال میں کتنے دن رہتے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ ایک دو ہفتے میں گزار لیتا ہوں اور اس طرح میرا دوست بھی۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اگر تم اس گھر کو استعمال نہیں کر رہے تو اس کو اللہ کی راہ میں کیوں نہیں دے دیتے؟ میں نے جواب دیا کہ ٹھیک ہے میں سوچ لوں گا اور ڈاکٹر داؤد سے بھی مشورہ کرلوں گا۔ میں نے پشاور واپسی پر ڈاکٹر داؤد سے مشورہ کیا اور بالآخر ہم نے فیصلہ کرلیا کہ اس گھر کو بیچ دیں گے۔ اس طرح یہ گھر فروخت ہوا اور اس کی رقم کا بیشتر حصہ انجمن خدام القرآن اور بیان القرآن کی طباعت کے لیے وقف کر دیا۔''

بیان القرآن کی طباعت واشاعت ڈاکٹر محمد اقبال صافی (مرحوم) کا بہت بڑا صدقہ جاریہ ہے۔ بانی محترمؒ نے بیان القرآن حصہ اول کی تقدیم میں ان کی اس کاوش کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے: ''اس کی طباعت و اشاعت کے سلسلے میں انجمن خدام القرآن صوبہ سرحد کے صدر جناب ڈاکٹر محمد اقبال صافی نے تاکید کا جو دباؤ مرکزی انجمن پر برقرار رکھا اور مالی تعاون بھی پیش کیا، اس کی بناء پر اس سے استفادہ کرنے والے ہر شخص پر ان کا یہ حق ہے کہ ان کے لیے دعائے خیر ضرور کرے۔''

بعدازاں انہوں نے بیان القرآن کا پشتو ترجمہ بھی کروایا، جس میں ان کے پیش نظر KPK اور افغانستان کا علاقہ تھا، تاکہ یہاں کے لوگوں تک بھی قرآن کا یہ انقلابی فکر پہنچ سکے۔ علاوہ ازیں بعض بنیادی کتابچوں کا بھی پشتو ترجمہ کرواکر وسیع پیمانے پر پھیلایا۔

پچھلے آٹھ دس سال سے میں جب بھی ان سے حال احوال اور صحت کے بارے میں پوچھتا تو جواب دیتے کہ الحمدللہ زندگی تو بہت اچھی گزر گئی۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آخرت بھی سنوار دے۔ ان جیسا مطمئن شخص میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔

کچھ عرصہ سے یادداشت کی کمزوری کا عارضہ لاحق ہوگیا تھا۔ اسی حالت میں بھی نماز، تلاوت اور دوسرے معمولات کا اہتمام رہتا تھا۔ چند دن پہلے کورونا کا رزلٹ مثبت آگیا۔ طبیعت زیادہ خراب ہونے کی وجہ سے ہسپتال میں داخل کروایا گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس بلانا تھا۔ اس طرح 14 اپریل 2021ء کو انہوں نے جان جانِ آفرین کے سپرد کردی۔

﴿يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ ﴿٣٠﴾﴾

''اے اطمینان پا جانے والی جان! لوٹ آ اپنے رب کی طرف راضی ہوکر، پسندیدہ ہوکر۔ پس داخل ہو جا میرے بندوں میں، اور داخل ہو جا میری جنت میں۔'' (سورۃ الفجر آیات 27 تا 30)

یہ عجب حسنِ اتفاق ہے کہ 14 اپریل ہی بانی محترمؒ کی بھی تاریخ وفات ہے۔

ڈاکٹر محمد اقبال صافی (مرحوم) نے اپنے پس ماندگان میں اپنی زوجہ محترمہ، دو بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور انہیں بھی مرحوم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔

بے شک ڈاکٹر محمد اقبال صافی مرحوم کی زندگی ہم سب رفقاء کے لیے مشعل راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوتاہیوں سے درگزر فرمائے۔ ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

جو ہر نفس سے کرے عمر جاوداں پیدا — وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے

حاملین و وارثینِ قرآن کے نام اہم پیغام

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تمام تصانیف

اور

مکتبہ خدام القرآن کی دیگر کتابوں پر مشتمل

موبائل فون ایپلیکیشن

TanzeemDigitallibrary

گوگل پلے سٹور پر میسر ہے

GET IT ON Google Play

ع صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

شعبہ تحقیقِ اسلامی

مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور

TanzeemDigitallibrary.com

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین کا دورہ حلقہ سکھر

سالانہ شیڈول کے مطابق امیر محترم شجاع الدین شیخ نائب ناظم اعلیٰ محترم انجینئر سید نعمان اختر کے ہمراہ 6 مارچ 2021ء بروز ہفتہ ظہر وعصر کے درمیان حیدر آباد سے سکھر تشریف لائے۔ امیر حلقہ ورفقاء نے مہمانوں کا استقبال کیا۔ امیر محترم نے تھوڑی دیر آرام کیا اور نماز عصر کے بعد منفرد اور مقامی رفقاء سے اجتماعی ملاقات کی جس میں امیر حلقہ نے حلقہ کی ٹیم کا تعارف اور حلقہ کا جائزہ پیش کیا۔ جب کہ رفقاء نے بھی اپنا تعارف کروایا اور سوال وجواب کی نشست ہوئی اور یہ نشست مغرب کی نماز کے بعد بھی جاری رہی۔ مغرب کی نماز امیر محترم کی امامت میں ادا کی گئی۔ بعد نماز عشاء امیر محترم نے زمزم مسجد میں فتنہ دجال اور اس سے بچاؤ کا طریقہ کے موضوع پر مفصل اور جامع خطاب فرمایا اور اجتماعی دعا کے ساتھ خطاب کا اختتام ہوا۔ الحمدللہ شرکاء کی تعداد حوصلہ افزاء تھی۔ پروگرام میں خواتین نے بھی شرکت کی۔ مقامی تنظیم کے امیر اور رفقاء نے کافی محنت کی شہر بھر میں بینرز فلیکس پوسٹرز اور پبلسٹی کا ہر ذریعہ استعمال کیا۔ خطاب کے بعد مقامی امیر سکھر کے گھر پر عشایئے کا اہتمام کیا گیا تھا جس میں رفقاء کے ساتھ کچھ احباب کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ عشایئے میں مقامی رفقاء اور احباب سے امیر محترم ونائب ناظم اعلیٰ کی ملاقات کروائی گئی۔ تعارف، سوال وجواب اور عشائیہ کے بعد دعا کے ساتھ نشست کا اختتام ہوا۔ مہمانوں نے حلقہ کے مرکز میں آرام کیا۔ 07 مارچ 2021ء بروز اتوار ناشتہ کے بعد حلقہ کے مرکز میں امیر محترم ونائب ناظم اعلیٰ کی حلقہ کے ذمہ داران سے نشست ہوئی۔ 11 بجے مرکز ہی میں دو احباب جناب پروفیسر عبدالحمید کھوکھر اور حضرت مولانا عبدالحفیظ سے امیر محترم کی ملاقات ہوئی۔ دوپہر 12 بجے شیڈول کے مطابق سکھر پریس کلب میں پریس کانفرنس کے لیے روانہ ہوئے۔ پریس کلب سکھر پہنچنے سے پہلے معلوم ہوا کہ سکھر کے قریب ٹرین کا حادثہ ہوا ہے اور تمام صحافی حادثہ کی کوریج کے لیے چلے گئے ہیں لہٰذا پریس کانفرنس کو منسوخ کر کے صادق آباد کے لیے روانہ ہوئے۔ دوران سفر میرپور، ماتھیلو پاور پلانٹ میں منفرد رفیق میجر ریٹائرڈ طاہر محمد میراں سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے دوپہر کے کھانے کی مہمان نوازی بھی کی۔ بعد نماز عصر صادق آباد میں مدرسۃ اللبنات کالج پہنچے جہاں امیر محترم کا ''دین اسلام کے تقاضے اور اس کا لائحہ عمل'' کے موضوع پر خطاب عام تھا۔ شرکا کی حاضری دیدنی تھی۔ الحمدللہ ہال کافی شاندار تھا اور خواتین کے لیے پردے کا انتظام تھا۔ امیر محترم کا خطاب سوا گھنٹے پر محیط تھا۔ انہوں نے دین سلام کے تقاضے اور اس کا لائحہ عمل شرکاء کے سامنے جامع اور سہل انداز میں پیش کیا۔ امیر محترم کا رات کا قیام مقامی امیر محمد نسیم چودھری کی رہائش گاہ پر تھا۔ 8 مارچ صبح 09:00 بجے رفقاء واحباب کے ساتھ امیر محترم، نائب ناظم اعلیٰ اور امیر حلقہ سکھر کا کامرس کالج رحیم یار خان میں استقبال کیا، چونکہ امیر محترم کا اسی کالج میں طلبہ سے اسلام اور استحکام پاکستان کے موضوع پر خطاب بھی تھا لہٰذا سیدھا ہال تشریف لے گئے۔ امیر محترم نے اسٹوڈنٹس سے استادانہ انداز اور تعلیم وتربیت کے طرز پر خطاب کیا۔ اسٹوڈنٹس کا جوش وخروش دیدنی تھا۔ خطاب کے بعد کالج کے منتظمین سے ملاقات ہوئی۔ دوپہر 12 بجے امیر محترم کا اسی موضوع پر خواجہ فرید پوسٹ گریجویٹ کالج میں خطاب طے تھا۔ وہاں سے سیدھا خواجہ فرید پوسٹ گریجویٹ کالج پہنچے جہاں کالج کی انتظامیہ نے مہمانوں کا استقبال کیا۔ پنڈال سٹوڈنٹس سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا جہاں امیر محترم نے انتہائی جوش اور جذباتی انداز میں ''اسلام اور استحکام پاکستان'' کے موضوع پر خطاب فرمایا اور اجتماعی دعا کے ساتھ پروگرام کا اختتام ہوا۔ امیر محترم نے پروگرام کے منتظمین کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے مقامی رفقاء سے ملاقات ہوئی۔ مقامی امیر سجاد منصور نے رفقاء کا تعارف کروایا۔ سوال وجواب کی نشست بھی ہوئی جس کے امیر محترم نے تسلی بخش جواب دیدیئے اور آخر میں رفقاء جنہوں نے امیر محترم سے براہ راست بیعت نہیں کی تھی انہوں نے بیعت مسنونہ بھی کی اور دعا کے ساتھ یہ نشست اختتام پذیر ہوئی اور ہم نے واپسی کا رختِ سفر باندھا۔ راقم اور امیر حلقہ احمد صادق سومرو سکھر ٹول پلازہ پر اترے جہاں ہمارا سفر پورا ہوا اور امیر محترم اور نائب ناظم اعلیٰ کو کراچی واپسی کے لیے الوداع کیا۔ (رپورٹ: نصر اللہ انصاری)

حلقہ فیصل آباد کے ناظم منفرد رفقاء اور ناظم دعوت کا دورہ چنیوٹ

30 مارچ بروز منگل ناظم منفرد رفقاء محترم رشید عمر ناظم دعوت حلقہ محترم فاروق نذیر، حارث اور راقم الحروف نماز ظہر سے پہلے دار ارقم سکول چنیوٹ پہنچے۔ نماز ظہر کے بعد محترم رشید عمر نے سکول اسٹاف کے ساتھ ایک مجلس میں ''دینی فرائض کے جامع تصور'' پر خطاب فرمایا۔ جس میں 10 کے قریب اساتذہ نے شرکت کی۔ بعد از نماز عصر چراغ مسجد کمانگراں میں محترم رشید عمر نے ''صوم النہار وقیام الیل'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ حاضرین 20 کے قریب تھے۔ ان سے پہلے ناظم دعوت محترم فاروق نذیر نے ''دینی فرائض کے جامع تصور'' پر خطاب کیا۔ (مرتب: حافظ ارشد علی)

إنا لله وإنا إليه راجعون — دعائے مغفرت

☆ حلقہ فیصل آباد کے مبتدی رفیق غلام یٰسین وفات پاگئے۔

برائے تعزیت: 0300-7997861

☆ تنظیم اسلامی خانیوال کے مبتدی رفیق سید اختر علی شاہ وفات پا گئے۔

☆ تنظیم اسلامی ممتاز آباد کے ملتزم رفیق جناب محمد اسلم کی والدہ وفات پاگئیں۔

☆ سرگودھا شرقی کے ملتزم رفیق عبدالسمیع کی والدہ اور سرگودھا غربی کے ملتزم رفیق ڈاکٹر عبدالرحمن کی ساس وفات پاگئیں۔

برائے تعزیت، عبدالسمیع: 0306-6092995

☆ حلقہ اسلام آباد کے ناظم تربیت عظمت ممتاز ثاقب کی والدہ وفات پاگئیں۔

برائے تعزیت: 0334-1516361

☆ حلقہ سرگودھا، بھلوال کے منفرد رفیق محمد جواد احمد کے والد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0300-5557163

☆ حلقہ ملاکنڈ، اسرہ کبل کے نقیب محمد صدیق کے چچازاد بھائی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0315-8537845

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

Biden's Not So Honest Afghan Withdrawal Plan

In his April 14 announcement about the withdrawal of the "remaining 2,500 troops from Afghanistan by September 11", US President Joe Biden left out some important details. The actual number is closer to 3,500, as the Washington Post reported. We can overlook this as minor detail but the 18,000 mercenaries euphemistically called "contractors" operating in Afghanistan cannot be ignored. They will, in all likelihood, remain in Afghanistan, or a major portion of them, for the foreseeable future. Further, the Pentagon announced that additional troops may be sent to Afghanistan to facilitate an "orderly withdrawal". So, is the US contemplating withdrawal or another surge? The proposal to send additional troops is based on the assumption that the Afghan Taliban may attack withdrawing US troops.

Since February 29, 2020 Doha agreement, the Afghan Taliban have scrupulously adhered to its terms. They have not attacked US or foreign troops. The Afghan Taliban gave no such undertaking for Afghan government forces. The US, on the other hand, has repeatedly violated the Doha agreement by bombing Afghan villages as well as Afghan Taliban positions even when they were not involved in combat operations. And now, Biden has unilaterally repudiated the May 1 withdrawal date. He did not bother to even consult the Afghan Taliban. Not surprisingly, the Afghan Taliban have reacted negatively to the delayed withdrawal schedule. In a tweet, Afghan Taliban spokesperson Zabihullah Mujahid threatened to retaliate, saying, "If the agreement is breached and foreign forces fail to exit our country on the specified date [May 1], problems will certainly be compounded and those (who) failed to comply with the agreement will be held liable." The Afghan Taliban have no reason to trust the Americans.

Let us, however, recall what Biden said in his April 14 announcement. "War in Afghanistan was never meant to be a multigenerational undertaking," speaking from the White House Treaty Room, the same location from which President George W. Bush had announced the launch of the war in October 2001. "We were attacked. We went to war with clear goals. We achieved those objectives," Biden said. "Bin Laden is dead and al Qaeda is degraded in Afghanistan and it's time to end the forever war." Many people have taken issue with the "attack" claim but let us not detain ourselves with this detail. Aware that the US military is incapable of achieving the conditions to turn Afghanistan into a democratic utopia where women would roam around in bikinis (there are no beaches in Afghanistan!), he admitted: "We cannot continue the cycle of extending or expanding our military presence in Afghanistan hoping to create the ideal conditions for our withdrawal, expecting a different result," Biden said. "I am now the fourth American president to preside over an American troop presence in Afghanistan. Two Republicans. Two Democrats," he went on. "I will not pass this responsibility to a fifth." That is sensible although this realization should

have come much earlier. Even so, the warlords in Washington—whether in Congress or the Pentagon—are unhappy. On the payroll of arms manufacturers, wars are hugely profitable business for them. They are likely to lose some *bakhsheesh* but they can keep their powder dry. The US is not quitting Afghanistan entirely as we shall presently see.

Despite installing puppets in power and spawning a massive culture of corruption in which both their Afghan wards and American contractors made huge fortunes, the vast majority of Afghans never accepted foreign occupation. Let us turn to the 18,000 American and other foreign mercenaries that will remain in Afghanistan. This was reported by The New York Times, the US establishment's mouthpiece. The Times further wrote that a "shadowy combination of clandestine Special Operations Forces, Pentagon contractors and covert intelligence operatives," would remain in Afghanistan. Their mission will be to "find and attack the most dangerous Qaeda or Islamic state threats, current and former American officials said," The Times helpfully reminded us.

In an interview with ABC News on April 18, US Secretary of State Antony Blinken also hinted at this. He said the US will maintain "the means to see if there is a resurgence, a reemergence of a terrorist threat from Afghanistan… in real time, with time to take action." The "shadowy" combination of forces the Times hinted at are part of Blackwater mercenaries that have now renamed themselves Dyncorp International. "Most of the mercenaries are ex-military veterans, though a percentage are third-country nationals who are paid meager wages to perform menial duties for the military," according to Jeremy Kuzmarov, writing in Covert Action magazine.

These ruthless mercenaries have been responsible for the gruesome murder of many innocent civilians in both Afghanistan and Iraq. The Afghan Taliban will not look kindly upon these ruthless murderers. If they capture them—as they are bound to do in combat—the Afghan Taliban are will not show mercy. Americans beware! The Dyncorp mercenaries and US Special Forces operatives roam around camouflaged in Afghan dress—shalwar-Kameez and the Afghan cap. All of them have also grown beards—short and long. Given the fair complexion of most Afghans, they are indistinguishable from the locals. Further, they have also learnt the native dialect. One has to give them credit for ingenuity.

The US proposed holding a conference in Turkey to get the Afghan Taliban and Afghan government representatives together. First scheduled for April, the Afghan Taliban categorically rejected attending. After several postponements, the Afghan Taliban's answer has been an emphatic "no". They have said "no" to participate in any conference until all foreign forces are out of Afghanistan. They have the upper hand and know that once foreign troops leave, they can easily overrun Kabul. And their record shows that they are not interested in foreign adventures. Their focus is local. Once the US and NATO troops are out, there is likely to be uptick in violence but then the situation is expected to settle down once the Afghan Taliban tighten their grip on power. Afghanistan's US-installed puppets had better seek alternative accommodation in places like Delhi or Bombay. The Hindu fascists in India, however, may not be quite so welcoming. Pity the puppets.

<u>**Source**</u>**:** ***An article by Zia Sarhadi; published in Crescent International.***

Vol: 30 Regd. No. C.P.L NO.114 No.18

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

ACEFYL

SUGAR FREE
COUGH SYRUP

Acefylline piperazine 45mg + Diphenhydramine HCl 8mg

پاکستان کا مقبول ترین

کھانسی کا شربت

شوگر فری

میں بھی دستیاب ہے

ہر قسم کی کھانسی میں
یکساں مفید

PHARMA